

لپے دریں کو پھائیں

جب بھاگل پور جل رہا تھا!

خدا نجش اور میل پیلک لایبری اپنے

اپنے دل میں کو پچائیں

جب بھاگل پور جل رہا تھا!

خدا نجش اور نیل پیلک لاءِ بری ڈینے

ترتیب: جاوید اشرف

نقسیم کار:

○ مکتبہ جامعہ مذیہ، جامدنگر، نئی دہلی - १०२५

صدر دفتر:

○ مکتبہ جامعہ مذیہ، جامدنگر، نئی دہلی - १०२५

شاخی:

○ مکتبہ جامعہ مذیہ، اردو بازار، دہلی - १००६

○ مکتبہ جامعہ مذیہ، پس بندگ، بھبھی - ३... ०... ०

○ مکتبہ جامعہ مذیہ، اونیورسٹی مارکیٹ، علیگڑھ - २०२०३

اشاعت: ۱۹۹۵ء

قیمت: تیس روپے

جب بھاگل پور جل رہا تھا

خدابخش لاابیری میں تقادیر

موضوع:- انسان میں پچھے درندہ کو کیسے رام کیا جائے۔

حروفِ چند

جب بھاگل پور جل رہا تھا اس کے آس پاس خدا بخش لاہری ری نے لپٹے سوچنے والوں کو جمع کیا، بمبئی سے، دہلی سے، علیگڑھ سے، چنڈی اور اس کے نواحی سے، اس سلسلے پر بات کرنے کے لیے کشیریت مسلمان اور شریعت ہندو بدمعاشوں اور دلیش دردھیوں کا (میں لکھری رہا تھا کہ بدمعاش ہندو اور بدمعاش مسلمان، مگر بدمعاش کا کچھ فہرست نہیں ہوتا۔) مل جل کے کیسے مقابلہ کریں۔ اس مہان دلیش کو جوانی کی بدولت بڑا چھوٹا دلیش ہوتا جا رہا ہے، پھر کیے دنیا میں سر بلند کریں۔

باتیں ہوئیں بہت اچھی اور نیچے نیز، اور یہ سب ہندی میں ۱۹۹۱ء میں سامپردا یکتا اور دلیش کی ایکتا کے نام سے تھیں۔ لاہری ری میں ہمارے ہمکار حبادید اشرف ہاچب کی کوشش سے یہ مجموعہ اب اردو میں بھی آرہا ہے، جو اسید ہے پسند کیا جائے گا۔

فہرست

سبھدر اجوش (ایڈیٹر میکولڈ یا کریں)	۲۲
کرنل ان کے سنتہا (پنٹ)	۲۷
سید حامد (سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)	۲۸
اچاریہ ڈی۔ این شما (دیوندرنا تھوڑا ٹھٹھا)	۳۳
شمس الرحمن فاروقی (دہلی)	۳۶
سید شہاب الدین دسوی (پنٹ)	۳۷
ڈاکٹر شیخ نسگھ (شعبہ مندی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)	۳۷
عرفان اللہ خاں (دہلی)	۳۹
کرنل مجتبی حمد (پنٹ)	۴۰
پروفیسر محسن (پنٹ)	۴۲
ہارون رشید (ایڈیٹر بیشنز - دیکلی بیسی)	۴۳
ہدایت اللہ خاں (سابق اسپیکر بہار ایبل)	۴۴
مباحثہ :	
ڈاکٹر احمد عبدالحمی (پنٹ میڈیکل کالج پنٹ)	۴۵
احمد یوسف (پنٹ)	۴۵
اروند کمار (پنٹ)	۴۵
ایشور دیال (پنٹ)	۴۶

- یہ مجموعہ — جاوید اشرف
افتتاحی خطبہ :
محمد یونس سلیم (گورنمنٹری)
خطباث :
ارون بھولے (پنٹ)
ڈاکٹر انوار الحق حقی (علیگڑھ)
انوار کریم (سابق چیرین بہار سرای بھوکھن بورڈ پنٹ)
ڈاکٹر ادم ایکاش پرشاد شعبہ تاریخ پنٹ یونیورسٹی (پنٹ)
ڈاکٹر برجن راج دلو پرستاد (پنٹ)
میجر بنیشنگھ (پرنسپل گرگوبند سنگھ کالج پنٹسی)
ڈاکٹر ترپاٹی (پنٹ)
نقی رحیم (پنٹ)
اچاری جگدیش شاستری (پنٹ)
پروفیسر جمال خواجہ (علیگڑھ)
چتران مسرا (بمرا جیر سجا)
ڈاکٹر رضی احمد داؤتکری گاندھی سنگھ (پنٹ)
ڈاکٹر زینگی پرشاد سنگھ (پنٹ)

	جھو	
۶۰	بخاری پشاد (پن)	الکھوکھار جھا (پن)
۶۰	شفیع شہدی (پن)	ایوب سید (بسمی)
۶۱	شہبھوکار (پن)	مسز بخارتی کار (پن)
۶۱	شیام نا تھرشن	ڈاکڑبی - مکھو پا دھیاے (پن)
۶۲	عرفان حسن صدری (پن)	مسز ڈاکڑبی - مکھو پا دھیاے (پن)
۶۳	عمران احمد (پن)	پر دیپ رلے (پن)
۶۴	فضل احمد (سابق آئی - جی بہار)	پرنب مکھرجی (پن)
۶۵	کلیش کنوں (پن)	پنچ سنه ار طابعلم
۶۶	ڈاکڑ محمود الحسن (پن)	ترنیز احمد (گورنمنٹ طبع کالج)
۶۷	محمود عالم (پن)	جادید عالم (طابعلم)
۶۸	مدن موہن (پن)	کامریڈ جیب الرحمن (پن)
۶۹	معزز جہاں (پن)	ڈاکڑ حسن احمد (ریڈر شبہ سیاست مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)
۷۰	نرائن جھا (پن)	خورشید عالم (پن)
۷۱	وجیہ الدین (طابعلم)	دوبے جی (پن)
ضمیمه:		ذکی دارثی (پن)
۷۲	پن کے شہروں کا مشترکہ پریس بیانیہ	ذکیر شہدی (پن)
۷۳	اداریہ نو بھارت ٹائز	رامان سنگھ (پن)
۷۴	جے دیپ سنگھ برار (پنت نگر)	رشید حسن خاں (درملی)
۷۵		ریاض احمد (پن)

یہ مجموعہ

خدا بخش لائبریری ابتداء ہی سے قوی یکجہتی کی علمبردار رہی ہے، وطن اور باردارانِ وطن سے پیار خود لائبریری کے ان خدا بخش خاں اور ان کے فانواترے کا خادر رہا ہے۔ خدا بخش خاں میں ہندوستانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، وہ وطن دوستی اور ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے، وہ پنے ہندو مسلم دوستوں کو مجمع البحرين کے فلسفی روشنی میں ہمیشہ یہی سمجھاتے تھے:

”ندہب تو در اصل محبت کی تلاش ہے اور ایک ہی جگ پیغمبرن کے الگ الگ راستے ہیں
الآباد میں گنگوں جیں کا سنگم اسلام اور ہندو دا زم کو تمیز کے لیے ایک واضح مثال ہے؛
ناک، چپتی، گاندھی، ہنڑا اور آزاد کا پہنستان، مختلف نگروں نسل، زیان و تہذیب اور مختلف
ذمہ دہیوں ادیان کا ملائجایہ متحده ہندستان جو آج نفرت اور فرقہ واریت کی آگ میں جھلس رہا ہے، نفترتوں کی یہ
آگ اگر بھائی زگی تو دیش کی سالمیت، اسکی ترقی اور خوشحالی کو زبردست غطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ انسانوں کی
بستی میں انسانیت کا خون، کمزوروں، ہعصوموں، ہم وطنوں، ہمایوں کا خون، دیش کے لامتحہ پر ایک بدنام دلغ بن
کر ابھر رہا ہے۔ یہ خون ہندو ہوتا ہے ز مسلمان، خون تو محض خون ہوتا ہے۔ یہ خون بھارت کے سپوتوں، بھارت
کے جگر گو شوں کا خون ہوتا ہے، یہ خون بھارت کی بھائی چارگی، رواداری، من پسندی کی قدیم روایتوں کا خون
ہوتا ہے۔ یہ خون کی ہولی اگر بند نہ ہوئی تو یہو یہیں لمحڑا ہوا یہ ہندستان ایک دن اشکوں کے اتعاب ہرے
سمنڈیس غرقاب ہو جائے گا۔ یہ ملک بوٹ جائے گا، بھر جائے گا اور پھر کبھی مسترد نہ ہو سکیگا۔ آج ہندستان ایسی خطر
سے دوچار ہے۔ نفرتیں زوال کا باعث ہوتی ہیں جبکہ تین خوش حال و خوش اقبالی کی نوید ہوتی ہیں جبکہ
مرت بخش ہوتی ہے اور نفرت اذیت بخش ہے۔

بابری مسجد رام جنم بھوی ترازوں کے سبب پوئے دیش میں فرقہ واریت کا جو بول بالا ہوا، اور پھر

اٹھ

جس کی پیش میں شہر کا شہر فرقہ داریت کی آگ میں جعلیں کر رہ گیا، فرقہ داریت کا وہ شعلہ بُرکتا ہوا، پوے دیش میں پسیلا اور دلیش کی پرمان فنا کو دھوان کر گیا، اس قیامت خیز گھری میں جب شام ہوتے ہی گھروں کے درونے بند ہو جاتے تھے، گلزار شاہرا ہیں سنان ہو جاتی تھیں، ذرے سے ہے ہوئے پنچمی بھی اپنے پنچھوں میں لوٹ آتے تھے، فرقہ پرستی کی اس درندگی کے خلاف خدا بخش لا بیریری نے ایک لائحہ عمل تیار کیا، شہر کے پرمان مہریوں کو جوڑا، امن پسندوں کی ایک ٹیم تیار کی اور محل محل گھوم کر امن، بھائی چارگی اور قویٰ بھتی کا پیغام عام کیا۔ — فرقہ داریت اور قویٰ بھتی کے موضوع پر خطیبات کا ایک سلسلہ چیزیں سے ارد گرد کے بامول پر ایک اچھا اثر پڑا۔ اس خطیبات سیریز میں دانشوروں اسکارروں اور امن پسندوں نے جوز ریں خیالات پیش کیئے وہ اس کتاب میں ترتیب کے ساتھ مجموع کر دیئے گئے ہیں۔ یہ کتاب — "فرقہ داریت اور قویٰ بھتی" خدا بخش لا بیریری کی طرف سے قوم کو ایک حقیر ساندرانہ ہے اس ہوئے کا اسی چھوٹی چھوٹی شمعیں اگر روشن ہوتی رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں دوڑک اور دیر تک اسکے روشنی سے رہنے میں کامیاب رہے۔

سچائی کی جاگیر نہیں، سچائی پر کسی کی اجارہ داری ممکن نہیں۔ آج جب کہ سچائی پر مجموعہ حاوی ہوتا جا رہا ہے اور مجموعہ کے بادل پوری ففائے بیٹ کو اپنی پیش میں گرفتار کیے جائیں ہیں، یہی میں کہیں سے سچائی کی کوئی کرن پھوٹی ہوئی نظر آتی ہے تو یہ امید بند صحتی ہے کہ سچائی کی فتح یقینی ہے۔ سچائی کا اجالا دوڑ دوڑ ک پھیلے اور پھیلتا ہی ہے اسی روٹ پر خدا بخش لا بیریری گامزن ہے۔ یہ فریضہ ہم میں سے ہر شخص اور ہر ادارہ پر عائد ہوتا ہے خاص کر میڈیا، کتب خانے، اور علمی و ادبی، تہذیبی و ترقافتی ادارے سچائی کی اشاعت میں اور بھی اچھا عمل ادا کر سکتے ہیں۔

فرقہ دارانہ مسئلے پر خدا بخش لا بیریری کے خطیبات سیریز میں جو تفاری ہوئیں، وہ عام استفادے کے پیش نظر، کتابی شکل میں اردو اور ہندی دو نوں زبانوں میں شائع کی جا رہی ہیں۔ "فرقہ داریت اور قویٰ بھتی" ہندی ایڈیشن "سامپدا یکتا اور دلیش کی ایکجا" شائع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔ اگر یہ تحریر میں ۳۹ جانوروں کو بھی آدمی بنایاں کیسیں تو ہماری محنت سکارت ہو جائے گی۔

محمد یوسف سلیم (گورنر بہار)

دانشور اصل میں وہ ہے جو اپنے ماحول میں رونا حالات پر کڑی نظر رکھے اور اپنے دیانتدار ارز خیالات کو عوام کے سامنے ظاہر کرنے میں ذرا بھی صحیح اور مصلحت اندیشی سے کام نہ لے۔ بدستی سے ہمارے ملک کے دانشور بھی خانوں میں بنٹے ہوئے ہیں حالانکہ سچائی یا حقیقت خانوں میں تلقیم نہیں کی جاسکتی۔ اگر کوئی بات صحیح ہے تو جو شخص بھی کہے وہ بات صحیح ہے اور جو بات غلط ہے وہ پوری دنیا کے لیے غلط ہے۔

ہم دیکھ رہتے ہیں کہ آج پورہ ملک میں منافرت کے زیج نہ صرف بوئے بارہے ہیں بلکہ بار اوری کی جاری ہے اس پر اگر دانشور خاموش رہیں گے تو چند سال بعد اس ملک کو تباہی سے بچانا مشکل ہو جائے گا۔ یہ ملک صدر یوں سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کا گھووارہ رہا ہے سبھوں نے ایک دوسرے کو عزت و احترام سے دیکھا ہے ایک دوسرے کی عبادات گاؤں کا احترام کیا ہے مسجد ہوند رہو یا اگر جا سب انسوں سے بنتے ہیں لیکن کسی عبادت گاہ کی تعمیر کے لیے گاؤں گاؤں سے اینٹ منگوانا مختلف نعروں اور جلوس نکلو اکر کسی خاص مقام پر بیٹھنا ہمارے دش کی پر میرا اور ساری دنیا کی تہذیبی قدر دوں کے خلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ کتنے دانشوروں نے اس طریقہ کار کے خلاف اتحاب کیا کتنا خباروں نے اداریے لکھے اکتنے لوگوں نے کہا یہ دش کی روایت کے خلاف ہے۔ ابھی کچھ دن پہلے بدستی سے ایودھیا اور کچھ لوگ ہلاک ہوئے انکا کریکم کیا گیا اور اب ان کی راکھ مختلف گاؤں مختلف شہروں میں گھرا جائے گا، ان کا مام کیا جائے گا اور نعروں کے ذریعہ منافرت کا اعلان کیا جائے گا کہ انہوں نے کس طرح اپنی جانیں مندر بنانے کے لیے نہیں مسجد کو گرانے کی کوشش کے لیے ہلاک کیں۔ دوستو! ہم کیا انسانوں کی بستی میں رہ رہے ہیں پخربیب پر فخر کرنا اور تخریب کو بااث فخر ترا دینا اگر اس ملک میں رواج پا جائے گا تو پھر ہم کہاں رہیں گے۔ میں نہیں مانتا دانشور بے اثر ہیں، ان کے اثرات ہیں! دانشور صرف شمرا دبای ہی نہیں نہ ہی علمابھی ہیں وہ سب اگر خاموش رہیں گے تو یہ ملک ہمارا کہ صحر جائے گا۔ ہم نے جو خواب اس ملک کو ازاد کرنے کا دیکھا تھا، ہم نے جو ایناں من پھاور کرنے کا عزم کیا تھا وہ اس ہندستان

کو آزاد کرنے کے لیے نہیں کیا تھا۔ یہ ہمارے خواجوں کا ہندستان نہیں ہے۔ بگاندھی، نہرو، آزاد، لوک مائیہ تملک کسی نے بھی انگریزوں کے خلاف منافرت پھیلانے کا کوئی کام نہیں کیا۔ پوری آزادی کی تڑائی میں کیا ایک واقعہ بھی کوئی بتا سکتا ہے کہ کسی گربا کو ڈھایا گیا ہو، یہ ہندستان کی تہذیب نہیں ہے۔ یہ ہماری روایت نہیں ہے۔ آج سے پہلanchan مسجدوں کو بنایا جاتا ہے۔ مسجد سے کیا شتمنی ہے۔ مسجد میں مسلمان خدا کا نام ہی تو لیتے ہیں مدرس جا کر آدمی پر ماٹا کا نام ہی تو لیتا ہے۔ وہاں وہ محبت کا سبق حاصل کرنے جاتا ہے۔ منافرت کا نہیں۔ جو لوگ مذہب کے نام پر انسانیت کا خون کریں وہ مذہب کے غدار ہیں۔ مذہب کے باغی ہیں۔ ایک مسجد ایک مندر کی کوئی وقت نہیں ہے۔ ایک انسان کی جان کے مقابلے میں۔ کوئی مسجد یا مندر منہدم ہو جائے تو دوبارہ بن سکتی ہے۔ لیکن کسی کی جان اگر چلی جائے تو دوبارہ واپس نہیں آ سکتی۔ اگر کسی ماں کی گود اجر جائے کسی جوان عورت کی انگ کا سینہ ورث جائے۔ کسی کا بچہ تیسم ہو جائے تو اسکی ملائی دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی ہے۔ اس وقت پوری قوم کنوں میں گرنے والی ہے اگر آپ منافرت کے کنوں میں پوری قوم کو گرنے سے بچا نہیں سکتے۔ تو آپ کے سکوت کے لیے آپ کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ یہ وقت ہندستان کو تباہی و بر بادی سے بچانے کا ہے۔ اگر ہندستان کو آپ ہندستان باقی رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کافر یعنی ہے کہ آپ اپنے قلم کو حرکت دیں اپنی زبان کو حرکت دیں اور اگر آپ چل پھر کر دوڑ دھوپ کر کے لوگوں کے خیالات بد لئے میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں تو آپ اپنا فریضہ انعام دیں۔ مختلف طریقوں سے ہمارے دانشور معاشرے پر معاشرے کے طریقہ نکر کارخ بد لئے میں شدت کے ساتھ اثر انداز ہو سکتے ہیں، میں ایسا یقین رکھتا ہوں۔

ارون بھولے

فرقہ و راز نسادات کے سلسلے میں ضروری ہے کہ اسلامکھوں کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا جائے، باہری مسجد کا مسئلہ اب کسی نہ ہب یا پارٹی تک محدود نہیں رہا بلکہ یہ سوال اب ملک کی سلامتی سے جڑ گیا ہے اسلئے ہر فرقہ کے باشوار صلح پسند لوگوں کو اس مسئلہ کا حقیقت پسندانہ جائزہ دینا چاہتے ہیں، مورخین اب تک یہ ثابت نہیں کر سکے ہیں کہ ایودھیا میں کوئی رام پیدا ہوا بھی تھا ایکن ہندوؤں کا یہ اصرار ہے کہ مندرجہ بھی بنے گا چاہے کتنی ہی لاشیں کیوں نہ گرد جائیں۔ نساد پہلے دماغ میں شروع ہوتا ہے پھر سڑکوں پر آتا ہے، مسلمان اگر یہ چاہتے ہیں میں یہاں کی تمام آبادی مسلمان ہو جائے یہ نامکن ہے اسی طرح ہندو اگر اسرا چاہتے تو یہ بھی حماقت ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب ایک نہ ہب کے لوگ ایک پلیٹ فارم پر نہیں آکتے تو پھر دو نہ ہب کے لوگ کس طرح آسکتے ہیں، مثال سے طور پر عراق ایران کی جنگ نے مجھے اسی طرح ہندوؤں میں بھی مسئلہ ہے، اگر کوئی شخص ہندو ہونا چاہتے تو اس کے سامنے سب سے بڑا سوال یہ آئے گا کہ وہ ہندو ہونے کے بعد کس ذات میں جائے گا، ہندستان کا ایک سیکولر ڈھانچہ ہے یہاں کسی شخص پر نہ ہب کی تبدیلی کے لیے کسی قسم کا کوئی دباؤ نہیں ہے آپ کے مدرسے آپ کی سب دیں آزادیں اس ہندوؤں کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہیں ہے وہ ہندستان کو اٹھا کر کہاں لے جائیں گے، ان مسائل کے حل کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے (۱) علمی مزاج (۲) انسنٹی ٹھ پر (۳) ہمیونیٹرین اسپرٹ ایکول راؤٹ لک۔ سیاسی پارٹیاں ذمہ دار ہیں، یہ لوگ طبقائی مفاد کو ہوادیتے ہیں جبکہ مجموعی طور پر نہیں ملک کی سالمیت کو ڈیش نظر رکھنا چاہتے، اگر ہم لوگ یہ مان کر چلیں کہ ہم لوگوں کو اب یہاں سے کہیں نہیں جانا ہے تو ہر چیز پر اپنے اپنے جا سکتے ہیں مسلم بادشا ہوں پر مندرجہ ڈھانے کے الزامات بنے بنیاد ہیں، انہوں نے اس لک کو اپنالک کمکھا اسی طرح ہم تمام لوگوں کو بھی اس لک کو اپنالک کمکھنا چاہتے ہیں وہی لک بن گکد دیش میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہوا اس سے بہت اچھی حالت میں ہندوستان کے مسلمان ہیں۔

تو ادھر ادھر کی نہ بات کر یہ بت کر قافلے کیوں نئے

مجھے رہزرنوں سے نہیں غرض تری ریزی کا سوال ہے

ڈاکٹر انوار الحق حقی

آزادی سے قبل انگریزوں پر الزام جاتا تھا کہ وہ ٹراوُ حکومت کرو، کی پاسی پر عمل پیرا تھے ایسا پا اس آج بھی لکھ میں سرگرم ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی ملک کی سیاست کا بھی مسلمہ اصول ہے، سالمنس کے آبزروشن اور ریڈنگ میں فاصلے اور زاویے کا ڈرافٹ ہوتا ہے، مناسب فاصلہ اور سیدھی آنکھ کے سامنے رکھ کر ریڈنگ کی جاتی ہے، دیکھنا یہ ہے اپنے اس مسئلے کو کس زاویے اور کس فاصلے سے دیکھا ہے۔ ہمارے اسکول سے دنوں میں ہندو مسلم کی بات خواب و خیال میں بھی نہیں جو تھے اپنی جگہ فرد تھے افراد تھے ان کی خوبی خرابی ان کی ذات سے وابستہ تھی ز کسی مذہب کسی فرد یا طبقہ سے۔ اسکوں کافی میں بھی اساتذہ ہر ایک کو طالب علم کی حیثیت سے دیکھتے تھے مگر اب کل اور آج میں بڑا فرق آگیا ہے۔ میں نے اپنی ایک کتاب کا انتساب بھی اپنے ہندو داساتذہ کے نام کیا ہے جن کا میں مر ہوں منت ہوں، یہ وہ تھے جو انسانیت کا جد پر پیدا کرتے تھے۔ میں کی خونزینیوں کے باوجود میں پر امید تھا کہ یہ ایک وقتی جنون وقتی بخار ہے جو وقت کے ساتھ اتر جائے گا اس وقت کی لیڈر شپ پر بھی بھروسہ تھا کہ وہ قوم کی اچھی رہنمائی کر سی گے۔ مگر کائنات کی گریٹ ڈیوالڈ کے اثرات و ضرر اسی دو رہنمیوں کے ہو سکے ہیں۔ تقسیم بہت بڑی سیاسی شکست تھی بعد میں کمپریڈ کمپریسی اسی مقصود کے تحت زخم ہر ایک ایجاداً ہے بچہ زخم رنے لگتا ہے۔ معلوم ہوا جانا تھا بچہ ہم جا رہے ہیں پورب، ترقی کی بیانے تنزلی کی طرف۔ جب دستور بنایا تھا کہ نئے ہندستان کی تغیر کر سی گے اس میں آزادی ہو گی، انہوں وانہماں ہو گا جمہوری طریقوں سے نئی تہذیب کو تجنیب دیں گے بچپلی تہذیب ان اصولوں سے برا تھی، تہذیب سازی بڑا مشکل کام ہے جمہوری عمل خود ایک مشکل عمل ہے، جمہوری عمل کی اپرٹ ہی کچھ اور ہوتی ہے یہ نہیں کو الکشن ہو گا حکومت بن گئی، اپنے دینے کے توپتہ چلا دوٹ پڑھکے ہیں، الکشن سے اعتماد اٹھادیں کوئی چاہتا ہے، یہ الکشن ہے کہ دھانندی ہے ووٹ ڈالتے ہیں یادا لے جاتے ہیں۔ بچہ جمہوریت کے یہ معنی بھی نہیں کہ اکثریت کا ہنزہ صدر صحیح ہے اقلیت غلطی پر ہے کوئی مہذب طریقہ ہو کر حکومت کس طرح چلا میں، اس میں اقلیت کا لیٹا بھی ضروری ہے جمہوریت میں بنیادی چیز اقلیت کے حقوق کی حفاظت اکثریت پر ہے بچہ اقلیت کا بھی یہ کام بھی نہیں کہ ہر رہات میں اکثریت کی مخالفت کر سی، اس وقت کی نئی تہذیب میں حقوق تو ہیں فرانس کا جزو غائب ہو گیا ہے، بچہ جمہوریت میں حزب نی الف کی بھی اہمیت ہوتی ہے انگلینڈ میں جو لیڈر اف اپوزیشن ہوتا ہے اس کا درجہ بھی وزیر کا ہوتا ہے کیونکہ وہ حکومت کی غلطیوں فامیوں کی نشاندہی کرتا ہے، اختلاف کرنے والا بھی اتنا ہی

صحیح ہو سکتا ہے جتنا ہم ہیں اور اپنی رائے کو بھی وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں تو رائے بدلتے کا بھی حق ہونا چاہئے اسلئے حقوق کی حفاظت کرنی چاہئے ورنہ جب تجھوڑی عمل مخفی ہو جائے گا تو تحریک و عمل پر بھی اثر پڑے گا۔ آج جذبہ رواداری کم گئی ہے، ہمارا دش توبخ پچ رنگارنگ اور مہان ہے جس کے اندر مختلف صحیوں کھلتے ہیں اسی سے جس کی زلگنی ہوتی ہے۔ بینائی سے محروم کیا جائے تو شر نگی کیا ہوتی ہے، ہندستان کے مختلف علاقوں میں گھوم جائیں معلوم ہو گا کس طرح مختلف ہیں ہم لوگ اور اپس میں کسی ایک بھی ہے۔ ہم الگ الگ بھی ہیں پھر بھی ایک ہیں، اخلاقی مردم مہان نوازی میں ایک ہیں زبان بھی پوشک طور طریقوں میں بھلے مختلف ہیں کھانے پینے میں بھی اخلاف ہے۔ ساؤ تھیں ننگے پاؤں رہنے کا بھی رواج ہے پیریم کورٹ کا ایک نجع سوت پہن کر علیگھڑھ کے ایک فنکشن میں آیا تو وہ ننگے پاؤں تھا، معلوم ہوا ساؤ تھیں یہی رواج ہے۔ ۲۳ میں جبل پور رائٹ سے پہلا دھکا رکھا کہ اس پہنچے پر یہ چیز ہو رہی ہے۔ میں جسے پر کاش نہ اُن کا ایک بیان میں نے پڑھا تھا کہ یہ فسادات یہ خونریزیاں — ناسور ہیں تھیں کے مطلب یہ ہوا پاکستان والے کچھ کریں نہ کریں ناسور اپنی جگہ ہے ناسور ہے گذا ناسور کا علاج ہونا چاہئے جو آج تک نہیں ہوا، وہ نسل تو فرم ہو گئی جو سے کی کردہ ناکروہ گناہ کی پیداوار تھی پھر یہی فلکس چیز کا خیازہ بھگت رہی ہے۔ میں مسعود بارکشیر گیا وہاں میں نے ہندو مسلم نیلنگ زیر و سے بڑھتے دیکھا۔ آپ غور فرمائیں کہ ایک طرف گانڈی جی کی صدی منائی جا رہی ہے مگر وہ احمد آباد میں کس دھوم سے منائی گئی کہ ایک رات قریب ڈیڑھ بجے احمد آباد سے نون آیا شہر میں آگ لگ گئی ہے خون خرا بیکا بازار گرم ہے، یہ دہ سال ہے جس میں گاندھی کی صدی منائی جا رہی تھی اور وہ صوبیہ ہے جسے نظر ہونا چاہئے تھا گاندھی پر۔ یہ اسی لیے ہوا کہ ہم نے ناسور کو پکنے بڑھنے دیا اسکو بڑھاوا ملا ہماری کتابوں اخباروں رسالوں سے، سیدین مر جوم نے مکٹ کے کا جائزہ یا ساتھا ہنوں نے روپرٹ دیدی مگر کچھ عمل نہ ہوا، اگر ایکی کی روپرٹ اب کھٹتی سے باہر آئی ہے اگر سیدین کی روپرٹ پر عمل ہوا ہوا تو آج محل کے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ٹیپو سلطان کی تعریف ہوتی ہے کسی بادشاہ کے مزار پر بھیر نہیں دیکھی ہو گئی مگر پیپو کے مزار پر آج بھی ہزار ڈینہ ہزار زائرین کا مجھ رہتا ہے ان کی تعریف میں یہ لکھا ہے کہ وہ ہندوؤں پر پر زور نہیں دیتا تھا کہ وہ اسلامی قانون کی پابندی کرے مطلب یہ ہوا کہ پیپو کے سوادوسرے بادشاہ ہندوؤں پر زور زبردستی اسلامی قانون نافذ کرتے تھے، ٹیپو سلطان کے محل سے اندر بھی مندرجہ جس کا وہ انتظام کرتا تھا ایک کتاب میں لکھا ہے کہ وہ میں ہزار برہمنوں کو قتل کر کر ناشستہ کرتا تھا اسکا مفہوم یہی نکلنے کا کہ سب مسلمان فکر ان یہی کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح دیکھا ہو کہ لفظوں کا کھیل جہاں سکھوں نے مسلمانوں کو مارا تو وہاں killed لکھا

جہاں مسلمانوں نے سکھوں کو مارا وہاں *Butterseed* لکھا ان لفظوں سے کیا اتنیج ہے گا جو قدسی سے ہارے
مکست بک میں شامل ہیں۔ یہ چیزیں دراصل انگریزوں سے پہلے شروع ہو چکی تھیں اسیں زادہ رام موہن رائے جیسا
آدمی بھی شامل تھا انہوں نے ۱۸۲۵ء میں جو سیورنڈم ایسٹ انڈیا کمپنی کو صحیحاتا اسیں شکریہ اور تعریف کر کے لکھا تھا کہ
مسلمانوں کا دو حکومت بڑا فی المانہ تھا آپ نے مغلوں سے ظلم سے نجات دلائی۔ اور یہی صاحب شاپان دلی کی طرف سے وکیل
بن کر انگلینڈ پہنچے گئے تھے۔ انگریزوں نے ہندستان کی تاریخ کو تین عہد میں تقسیم کی، مسلم، ہندو اور بریش پیر پڑا، اگر
ذہب یہی پیر پڑتا تو عیسائی پیر پڑجی ہونا پاہیئے تھا اور جوان کا مقصد تھا وہ ایسے وہ اوس نے واضح کر دیا تھا فارسی
اقتباسات کا ترجیح کر کے کرم نے کیے ظالم و جابر (مغلوں) سے نجات دلائی۔ بعدن لوگ تقریر کی روائی میں یہ اکثر بول جاتے
ہیں ہمیں سینکڑوں برس بعد آزادی ملی، بریش تو سینکڑوں برس نہیں رہے۔ ایک غلط فہمی یہ بھی پھیلائی گئی کہ
مسلم عہد میں مسلم حاکم اور ہندو حکوم تھے کیا مسلم حکمران ہو جانے سے سب مسلم حاکم اور سب ہندو حکوم
ہو گئے تھا لانکہ بڑے بڑے عہدوں پر بلا امتیاز ہندو بھی بڑی آزادی میں فائز تھے۔ عام مسلمان تو ویسا ہی تھا جیسا
عام ہندو، حکومت تو ہندو مسلم کے اور طبقے میں بھتی، مسلم حکمران اس قسم کی تفریق نہیں کرتے تھے۔ ہم لوگ صدیوں
سے ساتھ رہتے چلے آ رہے ہیں، ہم نے ایک ملی جعلی تہذیب بنائی ایک زبان بھی بنائی اس کے باوجود ایک دوسرے کو
صحیح منون میں سمجھا نہیں۔ کچھ ناصلتے رہے، عوامل جو بھی تھے میکن کوشش کرنا ہے کہ ایک دوسرے کو سمجھیں اور مست
اور پیروں بن سکیں۔ میدیا اخبار اٹی وی اس فلیٹ کو پاٹنے کے بجائے بڑھا رہے ہیں آئے دن اسی چیزیں دیکھنے
سترنے کو ملتی ہیں، جو کچھ ہمارے یہاں کمی بھی وہ سیاست نے پوری کر دی رہے ہیں، میں بھی اتنے بڑے پہاڑے پر تسلیم عام
نہیں ہوا جس طرح ہند میں ہوا، سیاست دراصل کر منلانہ نہیں آف پالکس ہو گیا ہے۔ پہلے تھا کہ فلاں کرپٹ ہے
فلال ہے اب دو بین سے دیکھنا ہو گا کون کرپٹ نہیں ہے۔ کرپٹ فرقہ واریت کو دور کرتا ہے جہاں کرپٹ ہے دہاں
فرقہ واریت نہیں ہے کیونکہ اسیں ذات، ذہب کی تفریق نہیں ہوتی۔ ہمیں ما یوس نہیں ہونا ہے ملک کی اکثریت
کا ذہن صاف ہے با وجود نو لپے نگڑے ہونے کے ہمارے ملک میں جمہوریت چل رہی ہے انسان بولھانگڑا
ہو جائے پھر بھی انسان ہی رہتا ہے کیونکہ تم کوئی بیماری نہیں ایک علامت ہے کہ کی کیونکی کا اپنے ملک کے یہے کام کرنا
کیونکہ نہیں ہے میکن حق نا حق نہیں۔ ملک کی اکثریت اب بھی اقدار کی قابل ہے چاہتی ہے کہ مہذب زندگی بمرکریں
فرد کو فرد کی حیثیت سے جانیں ذکر مذہب یا زبان کے نام پر پڑیونڈرمیں ہیلی بارگاہوں جا کر بھی دیکھا مندر مسجد بھی
دیکھے ایک جگہ سرکوں کے بیچ مندر مسجد ساتھ ساتھ بننے ہوتے ہیں دونوں کی بونڈری وال ایک ہے، ایک بار

مسجد کی دوسری منزل تعمیر کرنے کے لیے مسجد والے اپنی دیوار اٹھا رہے تھے تو مندر والوں نے خود اکر کہا اپنے لوگ کیوں ایک اور دیوار کھڑی کر رہے ہیں اسی مندر کی دیوار پر آپ مسجد کا دوسرا منزل اٹھادیں یہ تصویر تو ہم خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اخلاف مذہب کی وجہ سے نہیں ہے ان لوگوں کی وجہ سے ہے جو مذہب کا باہدہ اور حسے ہوتے ہیں، جہوں ریت ہیں اپنا ہے تھیں تو لامی ادا آپ سیکولزم اپنائیں گے، ہندستان میں مسلمانوں کو جو بڑے ٹرے عہد سے ملتے رہے وہ مسلمان ہونے کے ناطے نہیں بلکہ ذاتی خصوصیات کی بنابری سے ہیں مثلاً داکڑا کر حسین فخر الدین علی الحمد اور دوسرے لوگ اپنی الہیت اور قابلیت کی وجہ کر برے عہد دیکھ رفائز ہوتے، سیکولزم اپنا کر آپ نے مسلمانوں پر کوئی احسان نہیں کیا، کس اسکیم پر آپ ہندوستانیت بنائیں گے؟ ایک بحث اور تجھیں دیجیئے، آریہ سماج ہے، ساتھ دھرم بھی ہے، ایک پنڈ و را بکس اور کھوں درجے اس سے ہمارا نقصان نہیں ہو گا، ہندو راج میں بھی مسلمان وزیراعظم ہوتے تھے اور نظام حیدر آباد کے وزیراعظم بھی ہندو تھے کوئی مسلمان صدر ہوتا ہے تو کیا وہ کوئی خیصلہ کرنے میں ہندو مسلمان کی تعریف کرتا ہے؟ پاکستان کی مثال آپ کیوں دیتے ہیں اگر پاکستان کو آپ مودل سمجھتے ہیں تو تھیک ہے اور اگر غلط سمجھتے ہیں تو یہاں یہ غلطی کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ ملک میں ڈیموکریسی صحیح اور مضبوط ہوئی ہمارے حقوق محفوظ ہوں گے یہ جتنی کمزور ہو گی اتنی ہی خرابیاں ہوں گی۔ یہ نہیں ہو کر جرام پیشہ پاریافت میں جائیں یا میں چلہتے کہ پہلے ہم اپنی اصلاح کریں، ہمارے اندر جو وحشی پن ہے اسے دور کریں یہ وحشی، جانوروں سے بھی زیادہ خونخوار ہوتا ہے۔

انوارِ کریم

آج اس وقت دلوں کو، ذہنوں کو جو نہ نے کی ضرورت ہے اس مقصد کے لیے دانشور چاہے ہندو ہو، مسلمان ہو سکھ ہوان کا رول ہو سکتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں جو تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کچھ اخبارات کچھ سوچنے والے طرح طرح سے جذبات ایجاد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اسکو صحیح رخ پرے جانے کی کوشش کی جائے۔ دانشور اپنا کافی نظر بیش رکھتا ہے وہی لوگوں کی ذہنیت کو اچھے رخ پرے جانے کا استہ ہے۔ اردو سیکولر زبان ہے اسکی پیدائش ہی سیکولر ہوئی ہے اسکی نشوونما بھی سیکولر ہوئی ہے اس کے ماننے والے بھی سیکولر ہیں ملک کو عملی سیکولرزم پر لانے کی کوشش کی جائے، یہ اردو دانشوروں کی ذمہ داری ہے۔

ڈاکٹر اوم پر کاش پرشاد

۸

متاز مورخ اراس شرمنے ایک خصوصی پینام بھیجا ہے اکہندستان کی کسی لا بیر بی میں پسرو دایک واد کے خلاف اتنا سینار نہیں ہو رہا ہے، صرف ایک خدا جنگ لائبریکی ہے جہاں مسلسل یہ پروگرام ہو رہا ہے ابھی ریز وشن کی ہم جو چل رہی ہے فوراً ختم ہونے والی ہے، ایسی سیسا بھر کھڑی ہونے والی ہے، یہ لمبی لڑائی ہے، دب سکتی ہے مگر ختم نہیں ہو گی، ضرورت ہے ایسی ہی حصتی اور انسٹی ٹیوشن میں بھی ہو، دیہاتوں میں بھی ہو تو بہتر ہے۔ ہم لوگ سوچتے ہیں دھرم کے نام پر ہو رہا ہے، میرا خیال ہے ایسے نہ کامے دھرم کے نام پر نہیں ہوتے آج تک تاریخ میں ایسا کوئی رکارڈ نہیں ملتا جہاں دھرم کے نام پر دنگے ہوتے ہوں، بال پر سفل انٹرست کے تحت ہوتے ہیں۔ سینکڑوں سال کی بھانی، راجپوت، راجپوت سے برہن چھتری سے، اسلام کا ہندوستے، بودھ دھرم کا جیلن سے اڑائی ہوئی ہوا اس تاریخ میں نہیں ملتا۔ اس میں کہیں زکہ میں راجنیتی، اکانومی بھی رہتی ہے، جہاں جہاں راست نہیں ہوئے وہی سے علاقے کا بھی مطابعہ حضور ہونا چاہتے ہے جہاں ہندو مسلم ہیں مگر راست نہیں ہوتے جائے پہنچ۔ ہر شخص کو پر سفل انٹرست اتنا چاہتے کہ یونیٹی آئے چائے خانے میں پان کی دکان پر، کپڑے کی دکان میں، کرکشہ پر اور دیگر معاملات میں نیشنل یونیٹی کی بات کریں، ہم لوگ ایک دوسرے کے سینٹنٹ کو کھینچیں، یہ سک سینٹنٹ اکانومی سے جھا ہوا ہے، ضرورت ہے ہم اپنی استحکم مضبوط کریں چاہے ہندو ہوں یا مسلم ہا کہ ہماری اکانومی اچھی ہو، نا برا لکھی نیکری میں ہندو مسلم کام کرتے ہیں وہاں نہیں ہوتا ہے اور یہ کہ — ہنل، اور نگزیب، پتن کا ذمہ دار ہمال تک ہے ایسے سوال بھی امتحان میں نہیں پوچھے جائیں، سکاریا پوس کیا کرے گی، ووٹ کی بدلت آڈیولوجی تیار ہو گی تو اسٹریٹ یا لاجد کی بات ۲ نمبر پر ہو گی، دیکتی، راجنیتی لاجد ایک نمبر پر ہو گی۔ ذکر کی بنیاد دھرم نہیں پر سفل انٹرست ہے پوٹسکل انٹریسٹ ہے کیا الکشن میں نہیں تھا، اس کا منیپولیشن اس طرح کیا گیا، کیوں شیلانی اس کرایا گیا، پھر کوئی کنسٹرکشن نہیں ہو گا جب تک اسکلی الکشن نہ ہو جائے ایہ پوٹسکل انٹریسٹ ہے کوئی نئے مرے اس سے کوئی مطلب نہیں، جو بھانی ساری ہے وہ آپ کے سامنے ہے، یہ اکانومی اور ایڈوکیشن دونوں سے ریلیڈ ہے پوٹسکل انٹرست سپریم ہے، پہلے طے کریں ۲۶ تاریخ کو رام جنم بھوی کا مسئلہ جب betrayal of faith

ہوتا ہے تو Loss of confidence اگرال صاحب نے اردو کی رپورٹ پندرہ سال پہلے جمع کی تھی، پندرہ سال تک کسی حکومت نے کچھ نہیں کیا، الکشن سے کچھ دن پہلے حکومت نے ایسا کیا، کوئی بھی دھرم نفرت نہیں سکھتا، ادھر چار برسوں سے ساری راجنیتی پارٹیاں دھرم کو راجنیتی میٹ مل کر رہی ہیں،

وہ دھرم کو لے کر آگے بڑھ رہی ہیں پاہے کوئی بھی پارٹی ہو، وہ دش کی ایکتا اور اکھنڈتاقام کرنے کے لکچھے میں کم رہتی ہیں سیاسی پارٹیوں کو دھرم سے اگر رکھیں تو بھی دنگے بند ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر پرج راج دیو پر شاد

وہ طبقہ جو راشٹر کی تعریف میں ایک یونیفارسٹی کا دیکانڈ کرتا ہے وہ محض مغربی راستہ کے لکھر سے پر بھاوت ہو کر ایسی بات کرتا ہے جو ہندستان کے ماحول میں لا گو نہیں ہوتا۔ اب ہندستان میں کوئی ایسی شخصیت نہیں رہی، تجربہ کاروں کی کمی ہے۔ نیا ہندستان ہر دن اُدے ہوتا ہے، یہ ہر دن اگتا رہا ہے۔ مصر روم کی تہذیب پر آج کوئی رونے والا ہے، ہندستان کی تہذیب کو آج تک کسی نے للا کرنا نہیں آج کی جو حالت ہے، پنجاب کی شیخ، آسام، تامل نادو میں جو سوال ہے وہ کیا دش درو ہوں کا سوال ہے جو تم اسے دش درو کا سوال بنادیتے ہیں بہ جگہ ایک نانوں کی بات کرتے ہیں۔ ہندستان کی راستہ اس سے اوپر کی چیز ہے۔ ہمیں اپنے داغ سے اگر کچھ نکالنا ہے تو وہ یہ ہے کہ ہندو مسلمان سکھ عیسائی کے سامنے نیک بننے کا سوال ہے ایک بننے کا نہیں۔ ہندو مسلمان کی مسلمانیت بچائے یہ ہماری تہذیب ہے۔ اس صدی میں، ۱۸۵۰ کا راستہ ہی ہندستان کے انٹگریشن کا ہے دوسرا کچھ نہیں ہے۔

سردار بلیز سنگھ

سکھ ازم کے سلسلے میں جو ایک غلط فہمی ہے، اکثر کوٹ کیا جاتا ہے، "راج کرے گا خالصہ باقی رہے نہ کوئی" اس میں دراصل لغظہ باقی نہیں بلکہ اُنکے جس سے معنی پاپی کے ہوتے ہیں، یعنی راج کرے گا خالصہ پاپی رہے نہ کوئی ہیں اپنے مذہب کے ساتھ دوسرے مذہب کو سمجھنا چاہتے ہیں جب تک ہم ایکتا کو نہیں جانیں گے۔ ایکتا نہیں لا سکتے۔ مسلمان قرآن پڑھتا ہے، ہندو رامان پڑھتے ہیں، سکھ گروگنڈھ پڑھتے ہیں، عیسائی بائیبل پڑھتے ہیں یہ سب ایک جیسی چیز ہے مسلمان سکھ عیسائی ہونا بڑی بات نہیں اصل میں ہیں کہ نہیں ہونا چاہتے، ہم اپنے مذہب کو اچھی طرح سمجھ سکیں تو بہت ساری برائیوں سے پچ سکتے ہیں اگر وناک جی نے کہا ہے پر بھوکے نام سے ہی ترقی ہو سکتی ہے، یہ پرانی بات جو کہی گئی ہے سب کا بھلا ہواں سے مراد صرف اپنے مذہب کا بھلا ہوا یا نہیں ہے، آج سے چودہ سو سال پہلے محمد صاحب نے جو بات کہی وہی بات ہمارے یہاں بھی کہی گئی ہونے کی بحاشا اُنگ اُنگ ہے

بات وہی ہے۔ اول اللہ نور پا یا قادر ت دے سب بندے ایک ہی نور سے بنے ہیں تو کون جعلے کون برے۔ ہمارے اندر تفرقہ نہیں ہے، اخدا کو نام تو ہم نے دے رکھا ہے، اللہ رام، رحیم، اور سب کو ہم رہار ہے ہیں اس طرح ہم دن بھر میں کئی بار مرتے ہیں۔

ڈاکٹر پاریمھی

فٹڈ امنسلٹ لگوں کی سازش یہی ہے کہ بندستان سے جمہوریت ختم ہو جائے ہیں اس سازش کو ناکام کرنا ہے۔ گھٹنائیں گھٹتی ہیں، حادثہ ہوتا ہے مگر جس طرح میجوری کیسوٹی کو روں ادا کرنا چاہئے وہ نہیں کر پاتے۔ مندرجہ حجکرے کے سلسلے میں اہماس کی بانکاری ہوئی پاہیزے مگر مسئلہ یہ ہے کہ مذہبی معاملات میں اگر ہر سڑک نیکس کیشن کرے تو کون پریویل کرے گا۔

نقی حسین

ملک میں جو پارلیا منٹری ڈیکو کریں کا ستم ہے وہ اچھا ہے اور اس ملک میں یہی چلے گا۔ ایک حقیقت ہے اس ملک میں مختلف ذایں ہیں، زبانیں ہیں، علاقائیت ہے اپنیں وہ اکپلائرٹ ٹھیک کریں گے مگر اس میں گھرانے کی بات نہیں ہے۔ — ہر قوم اپنے سماج میں خیر و شر کے دو پہلو ہوتے ہیں، خیر کو ابھارا جائے شر کو دبایا جائے، آج کے حالات میں شرمی طاقتیوں کو کیسے دبایا جائے یہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ ۱۹۷۸ء میں جو کچھ ہوا یقیناً بندستان کی سیاست میں اہم واقعہ ہے جب ہم کیون للزم کی بات کریں گے تو ۱۹۸۵ء میں جو ایسے ہیں اس سے بات ہوتی ہے، پھر ۱۹۷۶ء میں تملک جناب معابدہ، ۲۰ء میں خلافت تحریک پھر آریہ سماج کا سنگھن، پھر نہرو بورڈ، پھر پارٹیشن۔ وہ یہ رسمی تھیک تھے، نمائندگی کر رہے تھے، قائدین کو نکل کر جی کہ ہم ہندو و ووٹرس کے پاس جائیں گے جناب مسلمانوں سے پاس جائیں گے، بات تو وہیں سے چلی اس کے اثرات آج بھی ہیں تاریخی طور پر نئی نسل کو جب تک آکا ہی ہیں ہوگی شرپر قابو نہیں ہو سکتا ہے، برلن کی جو بات ہے، جب ہم کہتے ہیں ہندو مسلم دونوں رہیں گے مسلمان رہیں گے تو اپنے عقیدے کے ساتھ رہیں گے، عقیدے سے کے معاملے میں ہندو پیغمبر پریل ہیں مسلمان پریل ہیں ہے، اگر بندستان سیکولر ہے تو مسلمان کو تیار رہنا چاہئے، سائے سے نفرت نہیں کرنا چاہئے پاکی ناپاکی کی بات بھی ہندووں کو بھی انسا چاہئے اپ کے باجا کی آواز سن کر کان بند کریں گے، آپ سے پانی کا دام نہیں مانگے گا لیکن اگر کسی نے

پالی بھینک دیا تو اور نس بھی ہونا چاہتے، تمام کمزوریوں کے باوجود عوام ان پر ہیں، ملک نہیں ہے، بھاگپور سے لیکر ہر رات میں ہندو مسلم دونوں طرف سے برعاملے میں ہر سیاست میں عوام سمجھدا رہیں، وہ بُرھ رہے ہیں ان پر بھروسہ کرنا چاہتے، مل جل کر کوئی راستہ نکانا چاہتے ڈیفس میں اپنے اوپر بھروسہ کریں، آپ فیصلہ کریں، سب مسلمان جمع ہو جائیں تو کیا ہندو فرقہ پرستی کو روک سکیں گے کیا ہندو زندہ نہیں ہیں کیوں نہیں ہندو مسلم مل کر محلہ محلہ کھاؤں یہ ہن پیدا کریں اور مقابلہ کریں۔



میں ملی ڈیموکریسی کا مفہوم صائم ہوں۔ پاریسا نسٹری ڈیموکریسی غلط نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ سیاستدار کا سڑزم، کیونکہ ملزم حفظ مکمل ہے اسی استعمال کریں گے۔ سوال یہ ہے اب ہم کیا کریں گے۔ آئے کا راستہ کیا ہے۔ ہم سات روز سے مال مسلمی سے بچلواری تک روزگار ملتے رہتے ایک بات نہیں دیکھی۔ لنگور گلی پہنچنے سیٹی میں دس ہزار ہندوؤں کے بیچ حیات اور حسنات دو بھائی رہتے ہیں، کچھ شرپند عنصر نے ان کے مرکان پر حملہ کرنا چاہا اگر کافی چاہی تو محلے کے ہندو دوڑپرے اور کچھ ہندو والوں میں دن رات ان کے گھر پر پہنچ دیتے گئے، کرنیوںگ کی توپوں نے ان لوگوں کو یہ کہہ کر جسکا دیا ہم خود ان کی حفاظت کریں گے تم لوگ اپنے اپنے گھر جاؤ پوس کے اطمینان دلانے پر وہ لوگ گھر چلے گئے مگر کرفیو کے دوران میں ترسپندوں نے ان کے گھر میں آگ لگادی تو بھروسی محلے والے کرنیوں توڑ کر دوڑے اور آگ بھائی۔ یہ بھی ایک مثال ہے۔ اپنے محلے کے اڑوں پر وہ کو بھائی کہو، بھائی پارکی کامتوں رکھو، کتنا واسطہ ہے آپ کا محلے کے لوگوں کے لئے اگرایسا ہے تو خطرہ کچھ بھی نہیں۔ ہمارا تو یہ قابل ہے ہم دور دوڑیں میں سے یہیں کر لیتے ہیں میکن بغل ہیں کوئی عزیب چھوٹا اُدمی ہے تو اس سے ہمارا کوئی ربط نہیں۔ ہماری جو اپنی روایت چلی آرہی ہے، نائل جیشی، اور کبری کی اسکی حفاظت کرنی ہے: اتنا مفہوم بھی کہ ساتھ سیکور فورسین پر سطح پر اٹھ کھڑی ہوئیں کہ اتنا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ ہم اسے ذرا کا نہیں کہیں گے چھٹ پٹ کھننا ہے۔ پورے پہنچ میں ہندوؤں کے بندگائے کے دوران جتنا خون ہوا آپ ایک ماہ قبل کے عام دنوں سے مقابلہ کریں تو اس دنگے میں موت کی تعداد یقیناً کم نکلا گی۔ جیسیں تسلیم کرنا چاہتے کہ سیکور فورسین اب بیدار ہو گئی ہیں۔

اچاریہ جگلشی شاستری

لڑائیاں ہر زمانے میں ہوتی رہی ہیں۔ ہندوؤں اپس میں دھرم کے یہے قوتے رہتے ہیں۔ عیسائیوں میں بھی

آپسی اختلاف بے مسلمانوں میں بھی آپسی اختلافات ہیں۔ یہ سب ناگنجائی کے کارن ہوتے ہیں۔ آج یادداں لوگ اسکا لا بھا اٹھا رہے ہیں، وہی دھرم کا سوشن کر رہے ہیں دھرم تو ایسی پیز بے جو مانتا کا پاؤں سکھاتی ہے۔ بڑے بڑے پغیرز ولی، رشی میں اوتار آئے اور امن کا پیغام دے کر چلے گئے ان سمجھوں نے سایح سے براہیں دور کی ہیں اور الجھی بائیں بتائی ہیں مگر ہم اسکا اپیوگ نہیں کرتے۔ یہاں تو ہندو بندوں میں لڑائی ہے وہ اپنے دیوتا کو براہ کھاتے وہ اپنے دھرم کو برا کھاتا ہے۔ جہاں میں اتنے سارے بچوں کھلے ہیں آپ کس بچوں کو اونچا کھیں گے۔ سب انوکھا ہے اسکی کوئی ٹلنا نہیں ہے اس کے تیچھے ہوا یہ ہے کہ پہاڑ پر چلنے ہے تو شیکھ پر جانا چاہتے ہیں، رانماوں نے اپنے اپنے طور پر رہنمائی کی، دیکھو سیدھے اس راستے سے جانا ہے، کوئی دوسری راہ پکڑو گے تو شیکھ پر نہیں پہنچ سکو گے ہر ایک نے بھی بتا یا دوسرا راستہ مت پکڑنا بھٹک جاوے گے۔ جب شیکھ پر پہنچا تو دیکھا کہ سب راستے تو یہیں پہنچاتے تھے اگر کہتے یہ بھی پہنچا دے گا وہ بھی پہنچا دے گا تو کیا برا تھا۔ دھرم کوئی بھی ہو سب اپنی جگہ مہمان ہے کوئی اونچا نچا نہیں ہے۔ ماں کو اجھوکیت کرنے کی ضرورت ہے۔ ڈیمو کریسی سے لا بھ نہیں ہونے والا ہے۔ جن منتر سے کچھ نہیں ہو گا ایک ہاؤ دوسرا وہی آئے گا۔ وہ — والے زیادہ تر بد معاش ہوتے ہیں۔ دنگوں میں زیادہ تر غنڈے مال بوٹنے کے درپسے ہوتے ہیں۔ بھیر کی سائیکلو جی الگ ہوتی ہے اچھا آدمی بھی بھیر میں آجائتا ہے تو سب گن کھود دیتا ہے پاگل ہو جاتا ہے اسکو ایک بھوکیت کیا جائے۔

پروفیسر جمال خواجہ

تقریباً دو سے کچھ نہیں ہوتا عمل کی ضرورت ہے، ہمارے ملک کا کتنا اعلیٰ کوئی ٹیوشن ہے، سیکولر زم ہے ڈیمو کریسی ہے فنڈامنٹل رائٹ ہے، آزادی ہے، صرف اپنے نیشن کی ضرورت ہے اور یہ ذمہ داری پوشکل دل کی ہے۔ کیونل ہارمونی میں جو رکارڈ لفت پارٹی کا رہا ہے وہ کانگرس کا بھی نہیں رہا، اس وقت ملک میں کیونل نہ مکمل جو بڑا انقلاب آیا ہے اس کے تیچھے منگل فیکٹر کیونل کارڈ کا معاملہ ہے خواہ اسکا جو بھی اثر پڑا۔ ہم لوگوں نے ابھی علیکھ رہیں "نیو سروٹس اف انڈیا سوسائٹی" قائم کی ہے، میں صدر ہوں پروفیسر شیلندر سنگھ جنرل سکریٹری ہیں، کل نواز اور نڈر بھر ہیں اس سوسائٹی کے، ہم نے اچھے اچھے لوگوں سے خط و کتابت کی تھی ان کے مشورے سے یہ سوسائٹی بنائی گئی ہے۔ ہم نے گوپال کرشن گوکھلے سے انسپائر لشیں ریا، یہ ایک غیر سیاسی، میٹا پالیٹیکل فیلڈ ہے یعنی جو سیاسی میں ہیں سیاسی معاشری سماجی آپ ان کوں لیکن غیر سیاسی انداز سے

ٹیکل کریں جسے پرکاش نارائن نے بک نیتی اور راجح نیتی میں فرق کیا تھا، میں بک نیتی سے کام کرنا چاہتا ہوں یہ اسی سے ملتی صحتی چیز ہے۔ ہمارے یہاں سیاستدانوں کی کمی ہیں اچھے بھی ہیں بڑے بھی، بلا خوف و خطر جو اصول کی بات ہو، حق بات ہوا سے ہم رکھیں، یہ جزو لست بھی کرتا ہے اکٹڈی مشین بھی کرتا ہے یہ کافی ہیں، اس سے اور آگے بڑھنا چاہئے، فیلڈ میں جائیں، ایسے طریقہ اختیار کریں، حکومت کو سیاستدانوں کو اپنی بات سنائیں اور محصور کریں، آرگناائزڈ کوئریشن یا سائیکلو جیکل، سو شل کوئریشن ٹھیک نہیں ہے یہ سیاگرہ کا فارم اس وقت ٹھیک تھا جب غیر ملکی حکمران تھے اب یہ چیزیں ٹھیک نہیں ہیں، اب مور پر شیر کی کوئی ملنک سوچنی چاہئے، ملنک آف مودرن آرگناائزڈ پر شیر پر سوچیں، جیسے جیسے کام کریں گے ملنک سامنے آئے گی۔ جیس بھاگلپور جانا ہے وہاں پڑا کام یہ کرنا ہے کہ کس طرح میوجول ٹرست قائم کر سکتے ہیں، میسریل پورٹ وہاں کافی پہنچ رہی ہے لیکن اسی خلیج اسٹریوائیڈ ہے جس کا پاسنا نہایت ضروری ہے۔ یہ غلط بات ہو گی کہ مسلمان جائیں تو مسلمان کو صرف مور پور کریں، ہندو بھائی بھی مارے گئے اور زخمی ہوئے ہیں، ایک کسٹم وہاں جائے اور غیر جانبداری سے دیکھیے، دونوں گروپ سے ملے ہی وجول ٹرست بھر سے قائم کرنے کی کوشش کرے، اپ خود ڈیکور لائزڈ نہ ہوں۔ اپ غور کریں ۲۴۰۰ کے بعد یہ سب سے بھیانک واقعہ ہے، میلانہ میرٹھ سے بھی آگے بڑھ گیا ہے، کیا ہر ہندو، ہر مسلمان کے دل میں نفرت کھبر ک رہی ہے اسی بات نہیں ہے، ہر ان کمیڈنٹ ہوتا ہے ہوائی جہاز کا حادثہ ہوتا ہے، ہم اسے بھی اسی طرح کبھیں اہم اس سے میوس نہ ہوں، تھوڑی سی تھنکنگ ہو، جہاں تک تھیور ٹیکل ایشو زور عمل کا سوال ہے میں اس میں جاؤ گا۔ خدا بخشن لابریزی ایک زبردست کرپٹو تھنکنگ کا ادارہ بن گیا ہے اس ادارے نے جو نیا ڈامنشن پیدا کیا ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے، ازادی نکلا اور اختلافات سے مصالحت ڈیکو کریں کی جان ہے۔

چتران مثرا

آج ملک میں جو کمیونلزم کی آگ لگی ہوئی ہے اسکا اندازہ مجھے دو تین سال پہلے سے تھا ملک سے وفاداری اور اہنسا کی تیس جیسے اب مخفیہ دیوتی جا رہی ہیں، ہمارے یہاں ذنگا وہی کرتے ہیں جو کہ مثل ہیں، بھاگلپور میں جو کچھ ہوا، ہم کہیں منہ دکھانے کے لائق نہیں رہے، اپ کیونٹشن کو اگ کر دیجئے بھر بھی کون سادل ہے کہ خون نہیں ہوتا۔ پنجاب تھے چار گناہ رہا، بہار میں خون ہوا ہے یہ جچھ مہینے کے رکارڈ سے معلوم ہوتا ہے۔ دراصل ایڈ منڈرشن ہی ٹھپ ہے۔ اگر انتظامیہ تحفظ نہیں دیتی تو کہیں تھے معاون کھو جنابڑے گا، ہر بھن بھی اپنے کر منس کو چنتے ہیں، ان کو اگ کرتے ہیں پھر وہ ۲۰۳

چنانوجیت جاتے ہیں یوپی میں ۲۰ میونسل بورڈ کے چیزیں کر مٹل ہیں۔ ذکار کے اعتبار سے احمد آباد، بمبئی وغیرہ زیادہ اثر انداز ہیں۔ دراصل ہمارا کانٹی ٹیوشن ہمکے لیے کوئی دے آف لائف نہیں ہے اگر وہ ہمارا وے آف لائف ہوتا تو یہ مسئلہ نہیں ہوتا۔ پچھلے ۲۱ سال کے رکارڈ کے مطابق دنگے میں ۳۰۰ سے ۶۰۰ کے بیچ لوگ مارے جاتے ہیں، آخر ہمارا کانٹی ٹیوشن کیا ہے اور اب کوئی گاندھی جی بھی نہیں رہے۔ گاندھی جی نے آزادی اور راشٹریہ ایکتا کا خواب دیکھا تھا، آزادی ملگئی مگر راشٹریہ ایکتا ادھورا رہ گیا، ان کی ہستیا کے بعد کسی نے اس مسئلہ کو اٹھایا۔ اس پر سوچا۔ اس کے یہ عمل کی ضرورت ہے جو سیکولرزم کے ادھار پر ہوگا۔ آخر کار پڑھر کرم سب ایک ہو جائیں گے، اس ملک میں جتنا بھی حق ہندو کا ہے اس سے ایک پرسہ کسی دوسرے مذہب کا نہیں ہے۔ ہندو کا بھی اسی دھرتی پر جنم اور باہن پوس ہوا۔ آج بڑے پیمانے پر ہندوؤں نے ہر سری کو اٹھایا ہے وہ ایک ہزار سال پہلے کی بات کرتے ہیں، اشوک نے ہجوبیشور پر پڑھائی کر دی کافی لوگ مارے گئے اس کے بعد بچروہ تائب ہوا اور مذہب کو مانتے رکا، میں نے ایک بار ہجوبیشور والوں سے کہا۔ تم سب مل کر اشوک کے اس جرم کے بد لے بھے پنج دوسرے تو کوئی بات نہیں ہوتی۔ ہر سری تو اس کی طرح ہے، ماں آپ اپنے چوائیں کر سکتے چاہے وہ کافی ہو یا گوری ماں بہر حال ماں ہے۔ اس طرح ہر سری سے سبق سیکھئے اور آگے ٹھہرئے۔ آج جو دنگے ہو رہے ہیں یہ مذہبی نہیں سیاسی ہیں، وہ سیاسی سادھو گاندھی نے ایک بار کہا تھا ایشور اللہ ایک ہے، کیا ہم لوگ اسے اپنا سکیں گے۔ ہندوؤں کا اندر ہے کہ ہندوؤں کو خطرہ ہے، چیزیں سے راشٹریہ تک تاک دوسرے بھی فائدہ اٹھا سکیں، لاکھوں آدمی نماز پڑھ رہے ہیں کیا دوسرے کو حق نہیں کر دے دیجئے کس طرح آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ہندو دھرم تو کچھ ایسا ہے کہ دا کو مانتے سے لیکر نہیں مانتے تک ہے۔ اس دھرم میں انسانیوں کا اتنا خدا ہے میتھے ہیں کسی نے سن سمجھی کیا ہے یا نہیں، اس میں ایک دو اور جٹ جائے گا تو کیا خطرہ ہے۔ ہمارا خیال ہے سیکولرزم اور سیکولر فورسز کو ایک کر دیا جاتے یہ جو نیا بھارت ہم لوگ چاہتے ہیں جس میں مجھکر افادہ ہے اسکا حل صرف سیکولر لوگ نہیں کر سکتے، مذہب پرست لوگوں کو بھی جو دنگائی نہ ہوں کھل کر سامنے آنا ہو گا۔ ہم ان کی بھی تقدیر کریں۔ ہزاروں سال پہلے تہذیب کا سب سے پہلے کس نے سندھیشہ دیا ہندوستان کو، یہ تو نہیں ہم نے سکھایا یہ یہ مرے چھپرے ہیں وہ غلام ہیں وہ غلام، نہیں کہ نہ ہوتا، تہذیب نہ ہوتی تو ہم لوگ جانور ہوتے۔ خراناتی کی تعداد کم ہے، امن والوں کی تعداد بڑی ہے لیکن ابھاگے بڑی تعداد میں ہو کر بھی ڈلفینیو ہیں، پیش قدمی ان کے ہاتھ ہے جب ماریات ہیں خبر ہنچپی، اگر یہ نیشنل فورسز آفیس ہو جائیں تو کانسٹ پلٹ جائے۔ ابھی بھی کانگریس میں نیشنل فورسز بڑی تعداد

میں ہیں مگر پوپول کی کمی ہے۔ قانون میں ترمیم ہونا چاہئے کہ الکشن کے دوران کی یونیورسٹیز کا پرچار نہ ہو، کوئی دایچ ڈوگ ہونا چاہئے، اگر مزرا نہیں ہوتی ہے تو کوئی بھی کچھ کر سکتا ہے جو بھی کرام کے اسے ضرور مزرا ملنی چاہتے تھیں کرام نے ڈول ہو سکتا ہے کوئی ایسا فورم ہو جو گورنمنٹ کو صلاح دے باہری لوگ بھی نہ ڈول کریں، ہمارے یہاں جھگڑا بالکل مذہب کا نہیں ہے مذہب کے نام پر ہے ورنہ اگر جھگڑا مذہب کا ہوتا تو نیپال میں ہوا جہاں ہندو راشٹر ہے، جہاں مندرجہ بھی ہے مسجد بھی ہے اور بھی کچھ نہیں ہوتا۔ مذہب کے ولیوزائل میں طریقہ الگ الگ ہے، ہمارے یہاں فریڈم آف پریس ہے لیکن پریس فری نہیں ہے۔ مسلمانوں کے تناسب کے اعتبار سے پوس فورس میں مسلمانوں کی بھرتی سے مسلمانوں کی صوبوں سے رضا مندی آئی ہے مگر آپ کے بہار صوبے نے اس سلسلے میں آج تک رضا مندی نہیں بھیجی ہے۔

ڈاکٹر رضی احمد

آج ہندستان میں ضرورت ہے پنج بولنے کی، سچائی چھپانے کی کوشش ۲۲ سال سے کی جا رہی ہے۔ کوئی بھی نیشن حجوث کی بنیاد پر زیادہ تام نہیں رہ سکتی۔ ہم شتر مرغ کی طرح ریت میں جو پنج ڈال کر کہ دبتے ہیں سب کچھ خیریت ہے جیکے ایسا نہیں ہے آج ہندستان میں تھیوری بہت ہے پر کمیکل کچھ بھی نہیں، ہندو مسلمان کا مسلم ٹریڈر ہاہتے ایک بار لک کا ٹبوارہ ہو چکا ہے، کل کامیونلز م کچھ اور تھا، کل پا اور کام مسئلہ تھا آج پا اور کی چھیننا جھپٹی ہے اور Existence کا سوال ہے۔ ہستری آپکی ہے اب نئی نسل کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہندستان کی ذمہ داری سمجھے۔ پارٹیشن ایسا زہر ایسا زخم ہے جسکو کوئی بھلانے کو تیار نہیں ساری ذمہ داری مسلمانوں کے سفرنگھوڑی جاتی ہے۔ حقیقت کیا ہے یہ یہ دران جانتے بھی نہیں پاکستان جو بنٹا تو صرف پانچ فیصد ایلیٹ کلاس نے ووٹ دیا وہاں تو اڈٹ فرنیٰ نہ تھا نہیں۔ ہمارے لوگ آگے آگے تھے ۳۳ء کی ہستری میں لیگ کا نام و نشان نہ تھا ۳۳ء کی میں مسحور ٹی مسلم لیگ کو ملی۔ علم روشنی کی راہ دکھاتی ہے پڑھا لکھا طبقہ غنتہ کی جڑ ہے یہ اپنے حق میں اکپلائٹ کرنا چاہتے ہیں ایسے پانچ فیصد منافق کی جماعت ہے وہ نئی نسل کو کچھ بتانا نہیں چاہتے ایک سجو میہار کھڑا ہو گیا دہا اسکا مسحا بن گیا کوئی سید کھڑا ہو گیا دہ مسلمان کا رہنا بن گیا اسے صرف ووٹ چاہتے پھر وہ پوچھتے گا بھی نہیں۔ وہ اپنے فائدے کے لیے استھان کرتا ہے۔ نئی نسل کب تک دھوکہ دھاتی رہے گی، عوام سمجھ لے ایلیٹ کلاس کا نہیں چلے گا۔ تب کچھ ہو گا، حکومت اپنی کمزوری ماننے کو تیار نہیں، کشمیر یا بیجانب کے مسئلے میں حکومت یہ کہہ کر نکل جاتی ہے اسیں

پاکستان کا ہاتھ ہے کشمیر میں ۵۰ فیصد مسلم ہیں، ہندستان بھی اسی ایشویں مجموعاً ہو چکا ہے، بھاگلپور کاری ایشن کشمیر کے نوجوانوں پر ہوتا ہے، وہ سڑکوں پر اتر آتا ہے، رکی ایکٹ کرتا ہے پنجاب ایشو پر اندر اگاندھی کا مرڈ ہوا، مددالیں کنج ڈنہ سٹی کے پنجابیوں نے کیا کیا تھا، پنجابیوں کو ری ایکٹ کرنا چاہتے، نہ کرے تو وہ ادمی نہیں۔ اسکو یہ کہہ کر نکل جانا کہ پاکستان کا ہاتھ ہے غلط ہے ایکشن کاری ایشن ہو گا جہاں بھی ہو گا۔

آزادی کے بعد ہندستان نے ڈیموکری اپنائی۔ وہ آج بھی اچھی حالت میں برقرار ہے۔ بنیاد ڈشا نے کہا تھا مجب سے اچھی ڈیموکریسی ایشیا میں ہندستان ہی میں ہے۔ ملے جلے مذاہب، ملی جلی نسل، ملی جلی زبان والے ملک میں ڈیموکریسی ہی چل سکتی ہے وہ ڈیموکریسی کیسی ہو گی یہ نئی نسل پر محصر ہے۔ تھے دی منتری میں یہ ابھر کر سامنے آگئی، پولیسکل پارٹی کی اپنی احد ہے، وہ بڑے لوگوں میں تھے ان میں مورل کر تھا، ان کی ایمانداری میں شک نہیں تھا وہ نیشنلٹ تھے۔ ۲۹، میں ڈیموکریسی پر بڑی چوٹ آئی جب پاولکٹ کرنے کا سلسلہ چلا۔ ۲۸، کی ہانگری میں ۲۹ تک رہی، ۲۹، ۱۹۱۲ء میں بھی اسپلٹ ہوئی۔ ۲۹، میں ڈیموکریسی کی اسپرٹ میں روک لگی۔ کرانٹی کی کوکھ سے جو جنساً نکلی وہ بھی ڈیموکریٹک نہیں تھی جنباً پارٹی بھی کئی فانوں میں بنت گئی۔ ۲۹۔ و کے بعد اٹھوکزہم چلا، پھر درباری بین چلا، کشمیر سے کنیا کاری تک بابا کار پیغ کیا، طکوست ہی کریٹ ہے۔ بھاگلپور میں کیا ہوا، پولیس کی احیت دو پول ہے، جسکی تیمت دو پول ہوا اس پر کیا تھیں رودھ حافظت کرنے گا۔ بھاگلپور، بہار شریف اور دوسری جگہوں پر جو کچھ ہوا اسی میں کوئی پولیسکل دل نہیں ہے، ہم ہیں۔ جب سماع ہند و مسلم فانوں میں بٹ جائے گا تو پولیس بھی ہندو و بھتے آپ انگلی کس طرف اٹھائیں گے۔ اس فانے میں باطنی کی واحد ذمہ داریاں پارٹی ہے، ریلمیں بھی نہیں باقی۔ ریلمیں کا سو دا کرنے والی پارٹی باقی ہے، پارٹیاں کمزور اسپلکٹ کو بھاریں گی بابری مسجد، رام شیلا وغیرہ سے سب سے بڑا خطرہ ملک کی سالمیت کو ہے۔ ہمارے رہنماء برلن لوگ تھے آزادی سے قبل، آج بھی کمی نہیں، برلن بھی حالات کے تحت دوٹ لینا ہوتا ہے کا۔ ۲۸، کی میرٹھ رائٹ میں میں نے شاہنواز خاں جیسے برلن کو کیونکہ مسلمانوں میں گھرا ہوا دیکھا، شاہنواز نے کہا حالات بدے ہوئے ہیں جو نکہ میرٹھ سے انہیں الکشن ٹڑنا تھا۔ آج رضی احمد کو الکشن ٹڑنا ہو گا تو بزری باغ کے چوڑا ہے پر کہے گا اسلام خطرے میں ہے۔ ہندوؤں میں کہے گا مند خطرے میں ہے۔ پارٹیں کے بعد وہ پیر صی ختم ہو چکی جسکو دردھا اگر پارٹیں کے وقت ہندو راشٹر قرار دیا جانا تو کوئی آواز نہیں اٹھتی۔ اس وقت تو مسلمانوں کی ہوائی اڑی ہوئی بھی مسلمان ہمایوں کے مقبرہ میں پناہ گزیں تھے بگاندھی جی کی یاد رشپ برلن بھی بہدی ڈیموکریسی ہو گی مسلمان کو بربری کا رائٹ ملے گا۔ امید کرنے ٹرانسفراف پولیشن کی بھی بات کی

تحمی مگر لیڈروں نے تسلیم نہیں کیا۔

ہندوؤں کی سب سے بڑی کمزوری برلز姆 ہے، ہندوؤں میں نہ بہب نام کی چیز ہے جسی نہیں، یہ پائی ہزار برس سے کسی کی واحد شان ہے، ہندوؤں میں پہاڑ پوجو، اینٹ پوجو، رام کی پوجا ہوتی تو دلیل ہوتی ہندوؤں نے تواینٹھ محبی پوجا اسی برلز姆 نے ہندستان کو بجا لایا ہے۔ چودہ پندرہ قیصر مسلمان کو آپ نے کال دیں گے ایسلاٹاں میں نے بھی ایسا نہیں کیا یہ ہیونا امرو پچتے باہر کی بات ہے پاریا منٹ کی بھی اپنی لیٹیشن ہے، سلی پاڑتی پاؤ رکوہٹا ناچا ہے میں عوام اور نئی نسل کو چاہئے کر صحیح انتخاب کرے۔ جنما پارٹی کے دور میں رائٹ ٹورکال پر بات نہیں کی یہ پر لشکل ہے یا نہیں ہے۔ اندولن کا وہی ایک نیم ہے اس سے گھری خطرے میں پڑ گی آج گھر پر جائیے جپڑا سی آپ کو سلام کرنے نہیں دے گا ایر جھوٹے جھوٹے مسلے ہیں۔ یعنی آزاد نسل جوان ہو گپی ہے ہر بچن کی نکسلوں کی۔ ہر پارٹی جاتی ہے تم ہی ماں باپ ہو دوٹ دو اجب ووٹ دے دیتا ہے تو جپڑا سی درپر آنے نہیں دیتا، ہم رائٹ دینے کو تیار نہیں، مخالفت کرنے کو تیار نہیں، ہکاندھی جی کے پاس ایک بار ایک رُر کی نے شکایت کی، پاپو! یہ نوجوان مجھے جھیٹر تے ہیں، ہکاندھی جی کے سکرٹری نے کہا تم چپل اٹھا کر مارو۔ رُر کی نے ہکاندھی جی سے کہا آپکے سکرٹری ہتھے ہیں چپل اٹھا کر مارو، یہ تو ہنسا کی بات ہو جائے گی، ہکاندھی جی نے کہا دھیک کہتے ہیں تھارے پاس اگر چا تو ہو تو اس سے مارو، تم بھی مارنے کو تیار ہو باؤ، مقابلہ کر د۔ اگر سماج پناہ نہیں دے گی مدد نہیں کرے گی تو مخالفت کے لیے ناجائز امر میں ضرور جمع کریں گے پوس ساتھ نہیں دے گی تو کیا ہم ہو بھی کو مرنے دیں گے۔ اس دور میں اکثرت کی ذمہ داری ہے کوہ کھڑے ہو جائیں اور نہ اگر گھر گھر بم پستول ہو گیا تو ہندستان بیرون اس زمانے میں مسلمان کو بھی اس مسئلے پر سمجھ دیگی تے غور کرنا چاہئے۔ کیا مسلمانوں میں کمزوری نہیں ہے سیکولر ڈیموکریتی بن جائے گا مسلمان کو بھی اس مسئلے پر سمجھ دیگی تے غور کرنا چاہئے۔ کیا مسلمانوں میں کمزوری نہیں ہے سیکولر ڈیموکریتی ہوئی چاہئے۔ درجنہ نیشنل انگریش نہیں پیدا ہوا انگریش کی نمائانت ہے سیکولر ڈیموکریتی۔ جاری سرکار ہر نکشن نہیں پیرائے ہے کرتی ہے، صدر مذکور میں سرٹیکے گا، حکومت سیکولر ہو گی تو یہ چیز نہیں ہوگی۔ نہ بہب پرایوٹ چیز ہے۔ جلوس نکال کر سنٹینٹ کی ہر کیوں پیدا کرنے ہیں، ہندوکو دیکھ کر مسلمان بھی جلوس نکالنے لگیں گے۔

آزادی سے قبل رائٹ ۲ وجہ سے شروع ہوتی تھی، گائے کی قربانی کے مسئلے پر پہلے رائٹ ہوتا تھا، مسجد میں بابا جا بجائے کے مسلم پر اتنے رائٹ کیوں ہوئے۔ نواب رامپور سے ایک بار کسی نے آکر کہا، یہ ہندو بھی مسجد کے سامنے با جا بجائے اس سے نماز میں خلل ہوتا ہے نواب صاحب نے ہندوؤں سے کہا میں جس وقت نماز پر صوون تم خوب ڈھنوں بھی اور کیونکہ میری نماز میں کوئی نتور کوئی خلل بھی نہیں ہوا، کیا آپ کا رہا ان کا مکروہ ہو گیا۔ شیخ لانا یا اس ہو گیا

تو کیا ایمان اسلام خطرے میں پڑ گیا یہ کار بورشن کی سرک پر آپ کی زمینداری ہے کیا۔ ان مسلوں پر غور کرنا چاہئے۔ ایک نیا ہندستان کیسا ہوگا Live & let live کے یہے سکولز م اور ڈیوکریسی کا کوئی بدل نہیں ہے۔ بیساکھیوں پر کوئی سرکار نہیں چلتی۔ سترانا مضمبوط کر دیا کہ چیف منسٹر تو صوبیدار بن کر رہ گیا ہے، فینڈرل سسٹم لا گو ہوتا تو ہندستان اور مضبوط ہو جاتا۔ اسیت کو مضبوط کیا جاتا۔

۲۲ برس بعد بھی یہ کہا جاتا ہے کہ پارٹیشن مسلمانوں نے کرایا! ۵ فیصد مسلم بیگ ہے تو۔ ۵ فیصد کانگریس بھی ذمہ دار ہے، دستخط دونوں فرقے کے ہیں، دونوں مجرم ہیں کل کا ہندستان ہمارا ہونے والا ہے اور ہم ابھی اسی میں الجھے ہوئے ہیں۔ قسم تم نے تمہارے باپ دادا نے کہا ہے باہر نے مسجد بنادی اسکا صد بھاگ پور کے لوگوں کو دینا پڑ رہا ہے۔ باہر کے باپ نے جو کچھ کیا ہم کیوں چکا ہیں۔ ایودھیا میں ۱۲ سے ۳۰ لاکھ لوگ ہیں کہم بھی نہیں رہے، یہ باہر کے لوگ لڑا رہے ہیں، اسی باہری مسجد کے متله کو ابھار کر پانچ سال کے یہے پاریانت میں چلے گئے، زندگی بھر ٹیوشن کیا ایک سال میں اتنی لاکھ کا گا۔ ۲۹ نہ ہندستان کی دعیو کریں کیا تاریخ میں داشتے ہے، وزیر اعلیٰ صوبیدار بن کر رہ گیا ہے۔ کوئی سوں کو ٹوکھی کیسون لزم سے جڑا ہوا ہے، لداخ سے کنیا کماری تک کس نے کہا چل سکتا ہے۔ لداخ میں ڈکوں کو پر پر ٹکرائی رہیں ہے، ناگاں بندی میں سب سے تجویٹی ڈکری ساری پر پر ٹکری کی ماں کی ہوتی ہے اتنے میں ایک ہی لام کیسے چلے گا۔ مسلمانوں کو خود مسلم پرستیں لا کی مکروہی دوڑ کرنا چاہئے، ابوحنیفہ کو ابن حبیل نے بدل لایا، سو سو برس میں انقریشن کی گنجائش ہے، یہ رات میں غیر مسلم کو نہیں دوز کا یہ علماء پر ہے۔ علام بھی ورنلاتے ہیں، شاہ عبدالقدار نے جب قرآن کافار سی میں ترجیح کیا تو فتحوری مسجد کو علمانے نے گھیر پا کر ہار دیں گے۔ وہ مغلیہ دور تھا دا یہ لگا ہوا۔ صلن تھی کہ فارسی میں بھی قرآن سمجھنے لگے گا تو علمائی روزی روٹی کا سوال ہے، جو بہمن نے کیا تھا، دوسرا ذہن بانے یہ ہماری پسونتی ہے امارۃ شرعیہ کی پسونتی ہے۔ ۲۹ نہ میں ہر مسلمان امارۃ شرعیہ کو ماننے کے لیے تیار نہیں دلیل دیجئے، پرستیں لا کا سوال محبوب کا سوال ہے، اسلام میں قرآن میں اجتہاد کا راستہ کا نہیں ہے علمائوں کو چاہئے بوجیکل ڈسکس کریں۔ دنیا کے مسلمانوں نے سب کریا، ہندستان کا مسلمان کچھ نہیں کر رہا ہے۔ ایلیٹ کے دل میں کچھ ہوتا ہے زبان پر کچھ۔ بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ مسلمان تو چارچار شادیاں کرتا ہے اس سے آبادی بڑھ رہی ہے، ایک بیوی تو مسلمان سے سنبھانا مشکل ہے چار بیوی وہ کیسے رکھے گا ہندو دوست کو تھہجانے کی ضرورت ہے۔

ڈبل پالیسی یہاں چلنے کو نہیں اسی نے ملک کو چورا رہے پر کھڑا کر دیا ہے، نئی نسل کو پولٹیشن اسپلائٹ کرتے ہیں، کل مورل بیسٹر پالٹیس تھی آج محفوظ ہے۔ آج لوٹ کا سوال ہے، غنڈوں کی تعداد آبادی میں زیادہ ہو گئی، حاجی

ستان مسلمانوں کا یہ دُر ہوا جا رہا ہے ۱۹۷۹ء میں جمیشید پوراٹ میں انور نام کا ایک غنڈہ مارا گیا، جمیشید پور میں آنا بڑا نماز جنازہ کا جلوس ہنس دیکھا گیا وہ غنڈہ ہمارا یہ دُر ہو گیا۔ دوسرا ہندو یہ دُر بھی اسی طرح ہے۔ کرام کی لائف دس سال سے زیادہ ہنس پاریسا منٹ یا اسمبلی کی لائف بھی دس سال ہو گی جس سو سالی میں غنڈے یہ دُر ہو جائیں گے کہاں کی میں کاڑی ڈریل ہونا ہی ہے۔ ۱۹۸۲ء کے پہلے کی سپر دایکتا میں شیرنگ اف پا اور تھا آج لوٹ کھسوٹ ہے اور ہماری ہے ہم ستا میں کیسے آئیں۔ اسکی ذمہ داری ہندستان کی پانچ فیصد ایلیٹ پر ہے وہی ہنگامے کی بڑبے۔ میں پانچ فیصد ایلیٹ کو ہندو مسلمان کا کلانگریز مانتا ہوں۔ وہ اپنے پسکے کانوینٹ میں پڑھاتے ہیں پھر انگلینڈ یونیورسٹی میں اس طرح انگریزی ہو جاتی ہے ان کی بجا شاکچہ کر منلس کام کرتے ہیں یہ پانچ فیصد چھپے ہوتے ہیں دوسری بات یہ کہ ہماری پاریسا منٹری ڈیکوکریسی بھی کافی حد تک ذمہ دار ہے مگر پاریسا منٹری ڈیکوکریسی کا کوئی آنٹرینیسٹی نہیں، اگر کوئی ہے تو آج سے برائی اکٹھنے میں ہو گا۔ اب اسلوٹ پا در کر پشن ہے۔

ایک ڈر کی بات یہ ہے کہ سیلف ڈلفنس کی تیاری میں کیوٹی میں جو اس اکٹھا کرتے ہیں، آرس کی اپنی وجہ کیوٹی ہوتی ہے۔ پہلے کچھ کرے تم کرو، اس کا نیتر تزویہ درگ کرتا ہے جو آپ کے کمزول سے باہر ہوتا ہے پھر انگلی گنتے کی باری ہوتی ہے کون کتنا سرلا آتے۔ ہم اس راستے پر جا رہے ہیں جہاں پانچ فیصد ایلیٹ جھوٹ بول کر ہندستان کو فرقہ داریت میں لے جا رہا ہے، حقیقتوں کو توڑ کر جو کچھ ہوا، ۱۹۸۳ء کے پیچھے کیا کتا ہوں میں میڈیا میں جو بہت وہ بات ہوئی تھی۔

ڈیکوکریسی کا کوئی بدلتی نہیں ہے، سرودے والے کانگریسا اے راستے کی تلاش کر رہے ہیں اجنبی شکتی کی بات میں بھی کامیابی نہیں ہی ہے، بینیات، گرام سبھائیں بن جائیں تو آج کا نقشہ نہیں رہے گا، ہندستان میں ڈیکوکریسی اب بھی باقی ہے مگر سیکولر ڈیکوکریسی نہ ہو گی تو عوام میں محسوس نہیں کریں گے۔ عوام نے اپنی مخالفت کیلئے اپنے حقوق اسٹیٹ کے ہاتھ میں دیدیئے ہیں آج اسٹیٹ فیل ہو گیا۔ ہندو ہر لزم کی بات میں مانا ہوں، عوام کی برا لزم کو راستے نے گہرا کر دیا، بھاگپور میں رٹ کیا تو ہندو نے ہائی کورٹ گیا تو ۱۹۷۹ء کی جمیشید پور اٹ میں ایک ام ام اے دینا نا تھا پانڈے، آرس اس سنیل داس مشراجی، اور سی پی آئی کے چھوڑ کر اس انود لو تھے، مسلمانوں میں پر وگری سو نورس نے بھی آرس اس سے کمرول ادیں کیا، ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ وہ کیونکی وہ بیوں ہے، اک اس کے سامنے لا یا پھر گھر بیٹھنے کی یونیٹ بھی جھوٹی ہمارے آگے ہیں بڑھا۔ مسلم پر سنیل لا میں ضرور تبدیلی ہونی پا ہے۔ چند مسالوں کے ہاتھ میں اجارہ داری نہیں ہونی پا ہے اس ابا نوکیس نے مسلمانوں کو عبرت

دلایا ہے ۱۸۹۷ء میں چودہ برس پہلے کی صورت حال میں بُرا فرق ہے، اجتہاد کا راستہ کھلا ہے۔ مذہب نے غور و فکر اور اجتہاد کی تعلیم دی ہے، لیکن مذہب کا استعمال جب سیاست کی طرح ہونے لگتا ہے تو بھی علاء الدین بھی او زگن زیب بن کر سامنے آتا ہے، ایمیٹ کلاس میں ایمانی بھری ہے، ایمان کی اڑ میں اکپلائٹ کرتا ہے، رانداری کی بات یہ ہے کہ بابری مسجد کے سلسلے میں پار و برس پرانی غلطی کا حساب آج نہیں چکانا پڑتا ہے، بنارس میں تحریک میں بابری مسجد کو دیکھیں، مندر کی زمین کو غصب کر دیا گیا ہے، احمد کی مسجد کے پچھے مندر کا ملبہ آج بھی رکھا ہے، انگریزوں کو کیوں بندام کر دیں کہا مندوں نے مسجد کو نقصان نہیں پہنچایا ہے، لوشوروں نے کیا مندر نہیں توڑا ہے، تاریخ کے چکر کو گھانا تھی بات نہیں۔ ان بالوں کے لیے اسکی اولاد ہرگز ذمہ دار نہیں۔ سچائی بولنے کی ضرورت ہے یہ آپ کی ذمہ داری بتتی سے سارے ہندووں کے مسلم بدعاش نہیں ہیں، سوشل فورسینہ مددگار ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ جو پہلے تھی آج فرق آگیا ہے، ہندستان میں سب مذاہب رہیں گے۔ ہر مذہب میں ہے جیسا اور جیسے دو، اس سے جوڑ کرست ہوتا ہے وہ کیون ہوتا ہے اسیں سیاسی پارٹیاں ہیں، ووٹ کی رائحتی میں اسکو کیسے کم کیا جائے یہی سوچنا ہے اب تو لا سنس بھی دے رکھتا ہے اٹھاہ برس کی انہوں نے۔



ہندستان میں ہر ذمہ دار کے لوگ رہے ہیں اور ہیں اسے لیکن کیا آج جیسے رہیں گے یا پہلے جیسے تھے ویسے رہیں گے۔ آزاد ہندستان نے دانشور کہاں پیدا کیا، چاپوس ضرور پیدا کیا ہے۔ یونیورسٹیز کو شرپنڈوں کا سنٹر بنادیا گیا، کوئی بولتا بھی نہیں، یہ دائرے ہیں جن پر بہیں زندہ رہتا ہے۔ دنگا بھی پہنچ کی تاریخ میں نہیں ہوا تھا اب ہو گیا اور بار بار ہو گا۔ کیونکہ آج نسخہ ہے کہ سی حاصل کرنے کا، یہ ہندو مسلمان کا سوال کے کر جو زبردھیلایا جا رہا ہے ہمت کے ساتھ کہتے یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ آگے کا ہندستان نئی نسل پر مختصر ہے۔ آگے یہی نسل ہو گی جو سڑکوں پر چلتے نہیں دیتی تو آگے کا ہندستان کیا ہو گا۔ اردو کی روایت سیکولرزم کی ہے۔ نوٹ پا تھو والا کتنا اردو جانتا ہے رکشہ والا کتنا اردو جانتا ہے، لڑپچھر کوڈ رانگ روم سے سڑکوں پر لا یتے۔

المیہ سیاست کا ہے دانشوری کا نہیں ہے۔ آج جو کچھ ہو رہا ہے ہر شخص جانتا ہے۔ دانشور اگر وہ دانشور ہے تو وہ کبھی جھوٹ کو سچ نہیں کہے گا کبھی نہیں سوچے گا کہ منصب چلتا ہے اقتدار چاہتا ہے، ہاں سیاستدانوں کے لیے تاجر ووں کے لیے یہ بنیادی بات ہے۔ سیاست دل ایسے حالات کا پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور کرفیو میں تاجر دو کا چار

وصول کر لیتا ہے۔ دانشور اگر براہی کو روکنے کی کوشش نہیں کرتا، بدی کے مقابلے میں کھڑا نہیں ہوتا، تو وہ اپنی دانش کی صد تک اس براہی اور خون خرایے کا ذمہ دار ہے۔ سفر اطہبیت ٹریڈ انشور تھا لیکن جب اس نے ذہر کا پیار پیا تو اس نے یہ ثابت کر دیا کہ دانشوری صرف ذہن کا نام نہیں بلکہ دانشوری ضمیر کا نام ہے۔ دانشور چپ رہے، منکر چپ رہے طلبہ چپ رہیں تو گوبال ہوں نے چپ رہ کر دانشوری کو گرد دیا۔ سیاست داں بھی اچھا ہوتا ہے تو وہ بھی دانشوروں کی صفتیں آ جاتا ہے۔

ڈاکٹر رنگی پرشاد سنگھ

کیونکہ اب اسلام کے یہی کوئی خُنی بات نہیں رہی، ایک بھولے بسرے یاد کو بار بار دہرا جا جا رہا ہے، دشمنوں جن صورت حال سے گزندہ ہا ہے اس کے یونچے کچھ انتر دشیں آتیں کہ دادی ہیں جو بُرے پیمانے پر ملک کے سکھ صین کو درہم بر جنم کرنے پر تھے ہیں، دراصل ملک میں بُر حصتی ہوئی بے روزگاری نژاد، سماجک ارتک و کاس کی کمی کے کارن سماج میں کلا چارچیل سکتے ہیں، آزادی کے بعد بھی آزادی کے میتحصیل اچھی طرح دیکھنے کو نہیں مل سکتے ہیں دشمن میں جو کافی چھیلے ہوئے ہیں ہمارا فرض ہے ان کو جن کرائیں اور بھولوں کو سمجھ دیں تاکہ ملک مفبوط ہو، اس کے یہی بودھ ہو، صین ہو، پارسی ہو، ہندو ہو، مسلمان ہو سب کو گہرائی سے اس مسئلے پر دیکھنا ہے، برے حالات کو بدل کر بہتر روض میں لانا ہمارا فرض ہے آزادی حاصل کرنے کے لیے جوں نے ایک جست ہو کر قرآنی دینی پھر مجھے بھی ہو سکتا ہے قرآنی دینی پُرے، بہار نے ٹبرے ٹبرے وچارک اور نہ بھی رہاؤں کو حتم دیا ہے، بودھ ہو، صین ہو، اگر و گوئند سنگھ ہوں۔ مہاتما گاندھی نے آزادی کی تحریک اسی بہار کے چپارن علاقے سے شروع کی اسی طرح راجہندر پر شاد منظہر الحق وغیرہ یہ سب نیاگی لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے خوام کو جگایا اور بھائی چارگی کا جذبہ پیدا کیا، ہمیں چاہتے ان بزرگوں کے پیغامات اور افکار کو پڑھیں اور اپنی زندگی میں برتنے کی کوشش کریں، ہمارا ملک ایک جمہوری ملک ہے مگر اس جمہوریت کا میتحصیل نصیب نہ ہو سکا۔ اس سلسلے میں اس عہد کے سب سے پُرے رہنماء میں اعلیٰ گورباچوف نے جو قدم اٹھایا ہے وہ قابل تعریف ہے، امریکہ ملیٹینٹ کا دشیں ہے جہاں سارے ملک کے لوگ وہاں کے ناگر ک ہیں حتیٰ کہ بیساکے لوگ بھی وہاں کے ناگر ک ہیں پاکستان کے لوگ بھی لاکھوں کی تعداد میں ہیں وہاں سب ٹبرے میں سے رہتے ہیں اپس میں کوئی بحید بجا و نہیں ہوتا، ہمارے ملک میں بھی مختلف مذاہب اور زنگ دنسل کے لوگ بستے ہیں مگر انہوں کی بات ہے کہ اس دصرتی پر دصرم کے نام پر ہم لڑتے ہیں دصرم کے

نام پر دشیں بانٹتے ہیں اور دھرم ہی کے نام پر ووٹ بھی مانگتے ہیں، بھاگلپور کا نادبھی کتنا گھنا و نافاد ہوا یعنی وہاں بھی کچھ ایسے گاؤں ہیں جہاں ہندو مُمنور ہی ہیں وہاں مسلمانوں نے ہندوؤں کی مخالفت کی کہیں مُمنور ہی ہیں ہیں تو ہندوؤں نے بھی انہیں بچایا۔ یہ کچھ غنڈے اور پارسیاں ایسی ہوتی ہیں جو سماں مصلحتوں کی بینا پر دنگا فساد کرتی ہیں، ہندو راشٹر کی بات بھی ہندستان میں غلط ہے، بعض اسلامی حاکم ہیں اسلامی راشٹر کا نظر بھی لوگ جس کے ساتھ قبول کرتے ہیں، دراصل آدمی کی بنیادی ضرورت پوری نہیں ہوتی تو اسکا ذہن تحریک کی طرف مائل ہو جاتا ہے، با برعی مسجد رام جنم بھوی کے معاملے میں ہم لوگوں کو وعدالت کے فیصلے کا احترام کرنا پاہتے ہیں، عجب ہے کہ الودھیا میں اس طرح کا کوئی جھگڑا نہیں جبکہ باہر اس بات پر کافی اتنا زخم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقامی لوگ پر امن رہنا چاہتے ہیں لیکن یہ ووٹ مانگنے والے ذاتی مفاد کی خاطر ایسی باتوں کو ہوادیتے ہیں ان کا مقصد ذاتی مفاد ہوتا ہے ملک کی خدمت کا کوئی جذبہ کا فرما نہیں ہوتا، ایک اہم بات پر گھراہی سے ہم بھی غور نہیں کرنے کے کس راجہ یا پولیکل سسٹم کو روپیں سے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں ایک سے تھا کہ روپیں کے جو لوگ ماننے والے ہوتے تھے ان کا لوگ مذاق اڑاتے تھے انہیں بیک و دسمجھتے تھے، آپ نے دیکھا ہوگا ادھی جب موت کے قریب ہوتا ہے تو اس وقت اخیال ہوتا ہے اس نے کیا اچھا کیا ہے اور کیا برا، مذہبی لوگ طرح طرح کے مس انشٹر پر پیش کر لوگوں کو گراہ کرتے ہیں، اسلئے ہیں صحیح مذہب کا گیان ہونا چاہتے ساتھ ہی راشٹر پر اگبی انو ہجتوں ہونا چاہتے تب ہم اس دشیں کو ہبڑائیں گے، بھائی بڑا دری میں جھگڑا ہوتا ہے اسکی ایکتا بھی وجہت ہی سے ہے، تو سب کو جانشہ بھیانے کے لیے مذہب ضروری ہے جو سپاہند و سپا مسلمان ہو وہی سپا انہیں بھی ہوگا۔

سچہد اجوئی

کیونلزم کے خلاف سنگھمن بنا نامزد ری ہے لیکن وہ کہیں کوئی ٹریننگ سے ہنسی ملتی، بلکہ وہ فیلڈ میں کام کر کے اپنے تجربات و مشاہدات سے سیکھی جاتی ہے۔ اپنے تجربات و عین مشاہدات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا — جب ہندو پاک کی تقيیم ہوئی، میں نے دلی میں لاشوں کے انبار دیکھے رملے کا محل خاکستردیکھا، وہ مناظر دیکھنے کے تصور سے بدن پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے، ایک عجیب افراتفری کسی پر بے بس کا عالم دیکھا، خوش تھیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے وہ دن وہ حالات وہ مناظر وہ نقشے ہنسیں دیکھے۔

ہم لوگ گاندھی جی سے ملے — انہوں نے پچھا دل میں کتنے مارے گئے؟ ہم لوگوں نے جواب دیا ڈس ہزار۔

تم لوگ کیا کرتے ہو؟ کوئی شش بہت کرتے ہیں مگر بچا نہیں پلتے۔ کانگریس کے ممبر کتنے ہیں ہیں؟ لاکھوں کی تعداد میں کتنے مارے گئے؟ ایک بھی نہیں مارا گیا۔ گاندھی جی نے کہا۔ ہیں کیسے مان لوں تم لوگوں نے بچانے کی کوشش کی، بچانے میں کوئی تؤمود رہتا۔ پھر ہم نے کہا پولس بھی مارتی ہے، فوج بھی مارتی ہے، ہم کیا کریں۔ گاندھی جی نے کہا۔ کانگریس والوں سے آج کیا سنتا ہوں، تم نے برطانیہ کی فوج کا مقابلہ کیا، آج اپنی پولس اپنی فوج ہے پھر بھی کہتے ہو ہم کیا کریں؟ شانتی کی آواز میں نہ تھا سیدھا اعلان تھا۔ ”بچاؤ“ یہ بات گاندھی جی ہی کہ سکتے تھے، کوئی دوسرا نہیں۔!

دلی سے ۵۵ میل کے قریب پانی پت میں جو مسلمان پنجاب سے بچ کر آئے تھے ان کا کمپ بن گیا تھا گاندھی جی اخیں دیکھنے لگے، وہاں کی نسلی کو دیکھ کر گاندھی جی پنجاب حکومت پر بہت بگدے۔ مولوی لعواراللہ گاندھی جی کے پاس بیٹھتے اور یہ کہہتے تھے۔ ہم نے آزادی کی جنگ میں حصہ لیا، آزادی کئے ہیں بر بادی شروع ہو گئی۔ گاندھی جی نے مذاق کے بھیجی میں کہا۔ ”کیا مسلمان ہونا کچھ گناہ ہی نہیں ہے، تم سمجھتے ہو؟“ تم جیل کے مہانگریں کے کہنے سے لامی کھائی، آج کانگریس اور دیش کی مانگ ہے تم پانی پت میں بیٹھ جاؤ، چاہے کوئی تھیں کھانا دے زدے، کوئی تھیں رکھے، کوئی حفاظت کرے زکرے۔ آج مانگ ہے تم دیں بیٹھ جاؤ درز اگر تم پاکستان پلے گئے تو دنیا سمجھی گئے دنیش کی تھیوری مان لی۔ پانی پت میں مر گے، دیش کا بھلا ہو گا۔ پھر پانی پت کی پوری آبادی چلی گئی مگر مولانا نہیں گئے، ایکلے رہ گئے۔ پاکستان سے بہت شرمناکی دہاں آکر بے جوہند و تھے۔ وہیں ایک بار ایک بزرگ قلندر صاحب کے مزار پر جانے کا اتفاق ہوا، قبر پر جلد جلد دینے جل رہے تھے میں نے شرمناکیوں سے پوچھا کیون جلالی ہے جواب ملا وہی مولانا جسے آپ لوگوں نے سر پر بیٹھا کھا ہے، وہ روز ہیں ڈانٹتا ہے، صاف رکھو اور ہمیں کہنا پڑتا ہے۔ آخر آخر دم تک وہ دیں رہے۔

اسی طرح اس کے آگے انبالا ہے وہاں تھے کانگریس کے صدر مولانا عبد الغفار، ان کا ساراخانہ ان پاکستان چلا گیا مگر وہ ایکلے رہ گئے۔ ۵۲ کا جعب پہلا چناؤ آیا، جیکہ ابھی تک لوگوں پر پڑے تھے۔ مولانا عبد الغفار خاں کو بلا گیا اور پارلیامنٹری بورڈ نے ان سے پوچھا کس کو مکث دیا جائے۔ آپ نے کہا مجھ کو۔ بورڈ کو کچھ تامل ہوا، پھر لوچھا گیا۔ کوئی اور کنڈیڈیٹ، آپ نے پھر فرمایا میں سیٹی کانگریس کا صدر ہوں مجھے سے بہتر کون ہو گا۔ آخر اخیں مکث دیا گیا۔ دل سے کچھ فرمینڈ درکرس باترہ لینے لگے۔ ایک شرمناکی ہندو دکاندار سے حالات دریافت کیا۔ اس نے بتایا۔ ایک مسلمان رہ گیا ہے اور چناؤ میں کھڑا ہو گیا ہے، یہ بارگیا توہاری ناک کٹ جائے گی ایسے وجہا ناہی۔

پڑے گا۔ چنانچہ وہ انتخاب جیت گئے اور تمام عرصتاً رہا وہ ایکلام امان۔ میرے علاقے کے جن سینگھی کہنے لگے، نامگیں نے سانپ کو کھڑا کر رکھا ہے۔ میں نے کہا تھا ری ہندو سنکرتی میں تو سانپ کی بھی پوجا ہوتی ہے۔ یہ مذہب و ملت کے ٹھیکیدار جوانان کو سانپ کہ کرنفت کرتے ہیں ان کا کیا شکانا۔

آخری وقت میں مولانا جب رام منوہر ہیا ہسپتال میں ذیفارش تھے بی بی امتہ اسلام آپ کی خدمت گار تھیں۔ آپ کو رہ رہ کر ہوش آتا اور بکردا تھا۔ پاکستان سے آپکے رشتہ داروں کو بلا یا گیا۔ آپ انھیں دیکھ کر ناراض ہو گئے، کہ کیا ضرورت تھی انھیں بلنے کی۔ کان میں بی بی امتہ اسلام کے چپکے کہا، بی بی جی دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو میری لیے ہوئی میں یہ مجھے انھا کہ پاکستان لے جائیں، میں ہندستان بی میں دفن ہونا پاہتا ہوں۔ یہ وہ ہستیاں تھیں جو گاندھی جی نے بنائی تھیں۔

اب آج کل ان اصول اور آدراش کی باتیں کرنا ایسا لگتا ہے کہ اس کی ضرورت ہی ہنس۔ اگر اس کو ہم نہیں رکھیں گے تو دیش ہنس رہ سکتا جمہوری ملک ہیں ہر آدنی کی برابر قیمت ہے۔ اگر کوئی بس بھئے ہم مذہب کے بارے میں لوگوں کو ناگر کہنے سمجھیں گے تو یہ غلط ہو گا۔ فرقہ پرست جماعتیں دیش کیلئے نہایت خطرناک ہیں۔

گروگو لوالکر کے ان جملوں پر غور فرمائیے۔ ایک بھی مذہب کے لوگ دیش کے ناگر کہو سکتے ہیں، ہر دین میں جو دو سکرداہ بکے لوگ ائے دہ دیش کے ناگر کہو سکتے ہیں۔ صرف ہندو ہی دیش کو پریم کر سکتے ہیں۔ مسلمان حل آور کی شکل میں ہندستان آئے، تب سے آج تک ہندوؤں کے انہر سٹ کے خلاف کام کرتے رہے۔ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے۔ تسمیت سے ہمارے آئین میں مسلمانوں کو برابر کے ادھیکار دینے لئے ہیں اس کے مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک بے وقوف باپ چور کو بیٹے کے برابر حق دے۔

اسی طرح ان کی شعلہ انیک زبرافشان کتائیں مثلاً *bunch of thought* اسی کتابیں میں جو اکثر ہتھی فرقہ دبھرا کاتی ہیں۔ میجھو ریٹ میں جب فرقہ داریت ہوتی ہے تو اس سے فاش نہیں آتا ہے۔ میجھو ریٹ کا پہلا فرض ہے کہ وہ اپنے کام، اپنی باث اور اپنی تحریر و دل سے ایسے حالات پیدا کرے کہ اینوریٹیز اپنے کو برابر کا حصہ اس سمجھیں۔ صرف کانسٹیٹیوشن *constitution* میں لکھ دینے سے کچھ ہنسیں ہوتا۔

اینوریٹیز کو بھی یخیال رہنا چاہیے کہ ڈیکو کریں میں اس طاقت اور رہائی سے کوئی حق لیا دیا یا چھینا ہنسیں جا سکتا۔ ماینوریٹیز کو آخر کار میجھو ریٹ سے گذول بننا کر رہنا ہے۔

خراب سے خراب دنگے میں بھی مٹھی بھر لوگ لچپس لیتے ہیں، دیش کے عوام ثانی چاہتے ہیں، پر وہ اُرگاڑڑ

Organized ہنیں۔ زیادہ تر لوگ بچانے کا کام کرتے ہیں، ارنے کا ہنیں جس گھری سیاسی پارٹیاں ڈر سے گھر بیٹھ جاتی ہیں کہ نہ جانے کس کے دوٹ کم ہو جائیں گے، اس گھری دیش کے یہی عوام اپنی جان ہتھیلی میں لے کر میدان میں آتے ہیں اور بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

دیش کے عوام کو مسترد رہنا چاہیے اور ان سے کہنا چاہیے جو متنیں نہیں اور بلکہ ہیں لیکن دیش کے عوام کو رہنا ہے آپ متح و منفل جو کر میدان میں آئیے۔

مانانگریں ایک مارٹر جی اکیلے رہتے تھے۔ محلے میں ایک سرداری بھی ہتھی تھیں۔ ذلگا ہوا تو سردارن جی نے کہا آپ بے فکر ہیے ہمارے ہوتے آپ کو کیا خاطرہ۔ بعد میں ذلگا اور بڑھ گیا۔ مارٹر جی نے کہا اب کیا کریں سردارن جی۔ آپ کیمپ چلے جائیے۔ کل جا سکتا تھا اب تو جا بھی ہنیں سکتا۔ میرے ساتھ چلو سردارن نے کہا۔ مارٹر جی نے کہا مزاہی ہے تو پھر دیکھ لو کو شیش کر کے۔ آگے آگے سردارن جی پیچے پیچے مارٹر جی۔ آگے سے ایک ہوب (mop) آیا سردارن نے کرپان نکالی اور بولی۔ گرد گودند سنگھ کی ہوں چلی، جس کو آلمہ آجاتا، چھ سات تم مردے گے پھر میں فرنگی میرے بعد اس کی باری۔ بھیر پھٹ گئی، تین چار بوابی طرح ملا اور ایس بچالے گئی۔ بچانے والے اسی طرح بچلتے ہیں۔ جب بھی ایسا موقع ہو دو آدمی کھڑے ہو جائیں۔ خردار! تو مارنے والے آگے بڑھ جائیں گے۔ پیچزہ بہت خطناک ہے، ان حالات میں انسانیت ہنیں رکھتی۔ بچوں کو بھالوں پر اٹھایتے ہیں؛ بچیوں پر اپمان کرتے ہیں۔ خطراہ ہے ان بچوں کا جو بڑوں کو یہ کرتے دیکھتے ہیں۔

بلرام پور میں ایک بار اُمل بہاری باجپائی کے خلاف ایکشن لڑی۔ میں تو یوپی سے داقن ہنیں تھیں کیونکہ میں پنجاب کی ہوں۔ میرے خلاف چمیکوئیاں ہوئیں، سبحد راجوشی کون ہے؟ اس کا ہندو سنکرتی سے کوئی سروکار نہیں۔ پندیا ہنیں لگاتی چوڑیاں ہنیں پہنتی۔ اسے کیسے دوٹ دیا جائے۔ ہمارے کانگریسی و رکرس بہت گھرے میں نے کہا میں تجوہوں سو ہوں جو سپاہی لڑنے جاتا ہے اس کی ذات برادری کوں جانتا ہے، لوگ اس جھنڈے کو پہچانتے ہیں جس کے نیچے وہ جان دینے جاتا ہے۔

میں تو ایک سپاہی ہوں اور میں تو اس ہندو سنکرتی کو جانتی ہوں۔ کجب لکھمن نے کہا تھا۔ میں سیتا کا یہ زیور ہنیں پہپانا آیا تو سرکازیور ہے، میں تو صرف پیروں کا زیور ہی پہچانتا ہوں، کیونکہ میں نے سیتا کا فر پسہ دیکھا ہے۔

۲۶ میں جب ایسے بھی لوگ نہیں ملتے تھے جو کہیں "اے مسلمان کویہاں رہنا چاہیے؟" ایک دن ایک صاحب

پیلی دھوتی میں ایک کاغذ لے کر آتے ۔۔۔ ”تمہاری عزت میرے گھر میں ہے، آکر لے جاؤ۔“ میری بیٹی غائب ہے، ذرا میرے ساتھ چل کر اسے لے آؤ۔ میں پریشان ہوئی وہاں جانے کا کوئی نظم نہیں ہوا رہا تھا۔ بالآخر جواہر لال جی سے دو گارڈ لے کر بمثکل وہاں پہنچی۔ لوگوں سے پوچھا یہاں کوئی کچھ ہو رہتے ہیں ۔۔۔ لوگوں نے بتایا وہ تو ٹرائی بدعاشر، خراب آدمی ہے، ایک مسلمان لڑکی کو اپنے گھر رکھا ہے، وہ لامے ماتا ہی نہیں، سب لوگ کہتے ہیں مخدودہ ستاہی نہیں۔ کل بھی پیغامت ہوئی ہے پتہ ہنسیں مارا کر نہیں مارا۔ گاڑیں پہنچ کر آزادی ۔۔۔ کچھ ہو کچھ ہو ۔۔۔ ایک شخص آیا الگ الگ چل پیلی دھوتی میں ۔۔۔ پوچھا اپ کے یہاں لڑکی ہے، وہ ذرا گھر لایا ۔۔۔ جواب سے گریز کیا ۔۔۔ میں نے چکار ڈکو روک دیا اور کنٹے لے جا کر بات کی کہنے لگا میں تو ذرا گیا یہ لوگ مجھے پکڑنے آئے ہیں۔

پھر اس نے کہا کل میرے گھر میں سنگم پارٹی نے حمل کر دیا۔ سارا گھر پسے کیلئے کھود دالا، لڑکی کو مارو لڑکی کو مار دی۔ سبی رٹ لگائی چنا پنج میں نے چھوٹے بھائی سے کہا اس کو باپ کے پاس پہنچا دو۔ دو نوں کو میں نے بھکار دیا۔ اب ہمگوں جانے والے صحیح سلامت باپ کے پاس پہنچی یا ماری گئی۔ فوراً ہم لوگ واپس لوٹے تو دو نوں لڑکیاں گھر پر موجود پائیں۔ اس علاقے میں ایک جی مسلمان نہیں رہا یہ ایک شخص گھر میں بیٹھا سے بچا دیا۔

تو دیش ان ہی لوگوں کے بھروسے چل رہا ہے پوس، فوج کے بھروسے نہیں، اور زیادہ تر لوگ اپنے ہی ہیں۔ ہم اتنے لارڈ کریں، ہم انہکو کھڑے ہو جائیں۔ اکیلے دو کیلے کہنا بولنا چاہا ہے، میدان میں آتا چاہا ہے۔ دو آدمی بھی کامیاب ہوتے ہیں۔ اچھا آدمی یہ سمجھتا ہے میں اپھا ہوں تو یہ کافی ہے، ڈیمو کریسی میں اتنا کافی نہیں۔ اپھا آدمی متعدد ہو منظم ہو، وہ میدان میں نکلے اور انسانیت کو تباہ کرنے کی جو سازش ہو رہی ہے اسے ضم کرنے کی کوشش کرے۔ ریومر پھیلانے کی مشینزی آراس اس کی ہے۔ پر دیگنڈے کی مشینزی حکومت کی مشینزی سے جی زیادہ تیز ہے۔ ملک ہی نہیں باہر ملکوں میں اس کی مشینزی پھیلی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر ڈاکر میں کے بائے میں ایک بار آرائیں ایس دالوں نے یہ ہواں اڑاں۔ یہ ہماں جیس کو پیں سے زبردستی لیجاتا ہے تھے۔ اب وہ ہوس ایرسٹ ہیں۔ بڑی مشکل سے وہ لوگ بن پکے۔ ایک وقت ایک ہی بات پوئے بند دستان اور پیر پڑیں گے۔ اس کے بعد ایک عام جلسے میں ان کی تقریر ہوئی ۔۔۔ تو پھر یہ خبر اڑاں ۔۔۔ یہ تو دوسرے ملکوں کو دکھانے کیلئے لے آئے ہیں پھر وہیں لے جائیں گے۔ یہ افواہ سن کر ۔۔۔ ایک عام بند دیہی کہے گا ۔۔۔ اپ راشٹر پتی تھا پہلی لڑائی میں ہی غداری کیا ۔۔۔ نام مسلمان یہ کہے گا ۔۔۔ ڈاکر میں کی قربان کسی جواہر لال سے کم نہیں، اپ راشٹر پتی دکھانے کے لیے بنایا یہاں اس پر یقین نہیں کیا۔

ان اقوابوں سے بچنا چاہیے، مائیوریٹ کیون لزم سے بھی بچنا چاہیے۔ یہ بھی نقصاندہ ہے بلکہ فرینڈس کہتے ہیں جو دل میں ہوا کہیں آج تک نہیں ہوا۔ حالانکہ ایسا تو روز ہوتا ہے، میرخ میں کیا ہوا، میانہ میں کیا ہوا، بیونڈی میں کیا ہوا اور دوسرا جلوہوں پر لئے دن جو کچھ ہوتا رہتا ہے، لے کوئی نہیں دیکھتا۔

فرقد پرستی جب ہمارا دروازہ کھلکھلائے گی تو ہم دیکھیں گے، دوسرا کو ہم نہیں دیکھیں گے۔ ایک درکے کہا اگر یہ ہو گیا کہ مسلمان کو نہیں مانا جائے تو ہندو آپس میں مارنے لگیں گے، پنجاب میں آج یہی ہو رہا ہے۔

یہ تو نگیٹو اچھوڑ ————— درویں کی بات ہے ہم دن بدن تنگ ذہن ہوتے جا رہے ہیں۔ ذات دھرم، فرقہ برادری ان تمام چیزوں سے ہم بالآخر ہو کر میدان میں آجائیں، آپ آگے آیں گے آپ کے پیچے جتنا ہو گی۔

اخیر میں محترم نے اپنی مرث کا انہما کرتے ہوئے کہا — یہ مرے لیے خوشی کی بات ہے کہ اتنی اہم جگہ آنے کا مجھے موقع ملا، آپ کی کتابیں، پرانی تاریخ کی چیزوں دیکھیں، یہاں سے جو بھی اس قسم کے لئے پر کافایہ اٹھا سکتے ہیں وہ خوب اٹھائیں، زیادتے سے زیادہ مدرس پڑھیں۔ مزدوری نہیں یہ چیزوں ہم اکیسوں صدی میں سیکھیں۔ یہ تو ہمارے نیچر میں ہیں۔

کرنل ان کے سنہما

ذہب کے نام پر دنگ کافزاد اور سیاسی قلابازیاں ملک اور اہل ملک کے حق میں نقصاندہ ہیں۔ اس کی نہ صحت ہر طبق سے ہونی چاہیے۔ ہمارا ملک مختلف ذہب کا مجموعہ ہے، یہاں ہر ذہب کو آزادی ہے، لیکن ذہب اور ملک کا خالص ذاتی معاملہ ہوتا ہے، ذہب کی بنیاد پر ملک کے یہیں ہماری وفاداری میں کوئی فرق نہیں آنا چاہیے۔ آج اسی وفاداری کے جذبے کو جگلنے کی ضرورت ہے جب تک ہمارا تو می وطنی جذبہ نہیں جاگتا ہمارا دشیں آگے نہیں ٹڑھ سکتا۔ بسا اوقات مصادات مخصوص غلط فہمی اور لا علمی کا نتیجہ ہوتے ہیں، اگر ہم جان لیں ہم میں بہت سارے مشترک ہیں تو چھر مصادات کے امکانات ختم ہو جائیں۔ اسکے لیے ایک دوسرے فرقے کے لوگوں کو سمجھنے اور کھانے کی ضرورت ہے۔ ہرگزی ہر محلہ میں ہمارے میٹنگ ہواں سے فرقہ وارانہ ہم آئنگی بحال کرنے میں مدد ملیں گی۔ یہ لگلی کوچہ محلہ پڑوس کے لوگ ایک دوسرے کے فیالات و افکار سے نا بلد ہوتے ہیں اور کچھ دوسرے غلط قسم کے لوگ غلط فہمیاں پھیلا کر پنا اتویں رضا کر لیتے ہیں۔ یہی غلط فہمیاں کشیدگی کی تباہ اور دور بیان پیدا کرتی ہیں جو تنازع کے سبب نہیں ہیں ان غلط فہمیوں کے ازالے کی بھی تدبیر ہونی چاہئے تاکہ یہ شر و شکر ہو سکیں۔ حکومت بھی اس

مسلکے پر توجہ نہیں دتی۔ وہ مختلف فروعی کاموں کے لیے کروڑوں روپے کا فنڈ فراہم کرتی ہے لیکن اس قسم کے ادارے یا تفریع کاہ کی تعمیر کے لیے کوئی گرانٹ نہیں دیتی۔ جہاں مختلف فرقے کے لوگ جمع ہوں، آپس میں تبادلہ خیالات کریں ایک دوسرے کو قریب سے دیکھیں، میں ایک دوسرے کو بہتر طور پر سمجھ سکیں دونوں فرقوں کے درمیان جو منہب کی دیوار کھڑی ہو گئی ہے دونوں کے بیچ جو منافرت جو خصوصیت ہے، ان خلافیوں کے خلاف ڈکھ مقابلہ کرنا ہو گا تو میکجھتی کی راہ استوار کرنی ہو گی، قومی کجھتی کی ان گنت مشائیں بکھری پڑی ہیں، انہیں سمجھنے کی فروٹ ہے۔ رانی جھانسی کو جب میدان چھوڑنا پر الواسو قت جو آخری دن ادار دستہ صحاوہ ہیر ریجمنٹ تھی، وہ ہیر ریجمنٹ جس کے ساتھ دنادار روہیلوں نے آخری دم تک ساتھ دیا اور پھر جب کرنل ڈاکٹر رانی کا پیچھا کرتا ہوا اس تک پہنچ گیا تو ۵۶۵ روہیلوں نے اپنی جان دے کر رانی کو بکایا، وہ تو ختم ہوتے ہیں لیکن ڈاکٹر کو سمجھی ختم کردیا اور پھر وہ سیلے جو باقی پچھے دہ بہادران کو بچا کرے جانے میں کامیاب ہو گئے ہماری تاریخ میں ان واقعات کا ذکر محفوظ نہ ہے بلکہ یاد نہیں دلا یا جاتا۔ اور یہ پیاس سال کے اندر کا واقعہ جو بزرگوں کو اب سمجھی کیا دہتے کہاں بیان ہوتا ہے کہ وہ فساد جس میں پشتون کے پشتے لگ جاتے، کوئی لور کے پاس دونوں طرف تسانی کے ماتول میں دو سلح فرقے ایک دوسرے کو سمجھوں دینے کی لفکر میں ہزاروں کی تعداد میں ایک دوسرے کے فلاں صاف اور اس تھے اور ان دونوں کو روشنے کی ہمت اور تدبیر کرنے والے صرف دو پوس افسر تھے، ایک ہندستان کا پہلا ہندستانی اسپیکٹر جنرل اف پوس ایک سنہا اور دوسرا کہنا ز خدا بخش کے یا نی کا بٹیا شہاب الدین خدا بخش۔



اردو ایک ملی جملی ہندستانی زبان ہے اس میں ہرچوں کی مہک ہے ایسے یہ تمپن کی جان ہے۔
اچھے لوگ خاموش رہیں، برائی کے چھیلنے کے لیے آنا ہی کافی ہے۔ خوشی ہے کہ اردو دنیا شور خاموش نہیں بیٹھا ہے۔

سید حامد

اگر کوئی ہندو بزرگ ہے تو وہ مسلمانوں کا بھی بزرگ ہے اور کوئی مسلمان بزرگ ہندووں کا بھی بزرگ ہے۔ دونوں قوموں کا یہ عظیم رشتہ بہت پرانا ہے، یہ سات سو سال کا ہما رہت ہے اسرا یہ ہے اسے بچپنا ہے بڑھانا ہے۔ اور محفوظ کرنا ہے ہندو مسلم یا گنت کو دو دفعہ ہر ادھر گا، پہلی بار جب ملک آزاد ہوا، پھر جب تقسیم ہوا،

آج جو کچھ ہو رہا ہے یہ اس دھنکے کے برابر ہے یا ہو جائے گا، وہ خوش ہے سائیگی وہ صلح و آشتی وہ اخلاق وہ مرد وہ رشتہ واری وہ جمال سپاری آج سب ختم ہوتی جا رہی ہے شاید ملک اسے برداشت نہ کر سکے آج ملک میں اتنا ٹرا طوفان آیا ہوا ہے جس کے پڑھنے کے امکانات ہیں، جگہ جگہ خونریزیاں ہو رہی ہیں مگر حیرت ہے کہ سب پہلے میں حالانکہ سب کچھ چھوڑ کر اس آگ کو بچانے میں لگ جانا پا ہے ورنہ جمہوریت کے جتنے لوازمات ہیں اس برباد ہو جائیں گے اس کی گنجی تاکہ اندازہ ملک نے نہیں کیا ہے یہ انتہائی تشویشناک بات ہے۔ ہندو مسلم اختلافات کی ایک طویل داستان ہے جو ایک صدی پرانی بھی نہیں یہ شرم کی بات ہے دوب مرنے کی بات ہے، ہم کہا کرتے تھے کہ انگریزوں نے بھوٹ ڈالی میکن انگریزوں کے زمانے میں بھی اتنی خونریزیاں نہیں ہوئیں جتنی آزادی کے بعد ہوئی، مگر ملک کا ضمیر جاگ رہا ہے تو اسے ضرور ہوش آئے گا اور اس سوگیا ہے تو کسی بے عنوانی اور کسی طوفان کا کوئی اثر نہ ہو گا۔

ایک اہم مسلمانوں کی تیادت کا بھی ہے، دو تین سال پیچھے مسلم تیادت نے ناقابلت اندیشی کے دہبتوں فراہم کیے ہیں جس کی مثال ہندستان کی تاریخ میں نہیں ملتی، ہم آستینیں چڑھاتے ہیں، مقابلے پر آتے ہیں، یہ طریقہ کسی سیکولر ملک میں روا نہیں۔ بابری مسجد کے مسئلے کو عدالت سے جلدی حل کرایا جائے، دھنی سال پہلے یہ سوال ان سے کرتے تو نوے فیصد بھی کہتے زیادتی ہو رہی ہے۔ ہم نے رخ بدلتے ہوئے دیکھے ہیں اہمیت حسوس کرایا گیا ہے، بابری مسجد مارپ کی بات، وہاں جا کر نماز پڑھنا اچھی بات ہے نماز کو ہم شکل دیتا اتنے خطرات پیدا کر دینا بھی غلط ہے، یوم جمہوریہ کے بائیکات کا کوئی جواز ہے ہی نہیں، یہ ثابت ہی نہیں کر سکتے کتنے ہندو کتنے مسلمان کی شرکت ہوئی، یہ اچھا وارثا، طریقہ کا بھی نامناسب تھا، ریلی کا اعلان بھی داشمند از نہ تھا، میرٹھ میں یکطرفہ خونریزی ہو گئی۔

کس اقلیت کی بقا اور سرخر ونی کے لیے تین شرطیں لازمی ہیں ان میں ایک بھی پوری نہ ہوئی تو بقا مشتبہ ہو جائے گی اور کامیابی محال۔ پہلی شرط اپنے دین، مسلک اور ثقافت پر مضمونی سے کاربند رہنا درج وجود ہی ختم ہو جائے گا، دوسری یہ کہ اکثریت کے افراد سے زیادہ محنت کر کے خود خونریزیاں لائیں، کارگزار شہری بننا۔ برابر بھی رہے تو وہ مواقع میں نہیں ہوں گے جو اکثریت کو ہوں گے۔ تیسرا شرط، ہم اپنے تعلقات اکثریت سے شکفتہ استوار اور خوشنگوار رکھیں پہلی شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ پہلی شرط پر ہم نے انساں سیدھا عمل کیا، یوپی میں پچھے جانتے بھی نہیں کہ ہماری روایت کیا ہے۔ دوسری شرط بھی بالائے طاقت رہی ہندوؤں کی بستی جائیں کوئی بیکار نہیں ملے گا۔ مسلم

حملوں میں مسلمان پسچے سڑکوں پر باہم کرتے ہوئے منسی مذاق کرتے ہوئے طیس گے ان کے یہاں وقت کی کوفی قدر و قیامت نہیں۔ میسری بات میں ہم نے کوشش کی کہ ہندو ولکی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایں، یہ کوشش دوسال کے اندر رازائل ہو گئی اس کے ذمہ دار ہمارے رہنا ہیں۔ سات سو سال میں جوانبیام پایا تھا وہ سات دن میں گنو گئے۔

جب بھی ہم گھاٹل ہوئے ہم نے اپنی رہبری ایسوں کے پرد کر دی جنہوں نے اپنی ناک سے آگے دیکھنا میکھا، اسی نتھا قیادت نے سوچ بھج کر ایسی شعلہ انگریز تقریبیں کی کہ انہیں اور مشتعل برافروختہ کر دیا جسہر و ضبط کے پیمانے کو چھلکا دیا تھیں ملک کے بعد ایسی قیادت میسر نہ ہوئی جو دو راندیش ہوا، آج کے فیصلے کا پیاس سال بعد نتیجہ کیا ہو گایہ تیادت نے سوچا ہی نہیں۔ ہم دس دن آگے کی بات بھی نہیں سوچتے، برہم ہو جاتے ہیں، ہم نے دھوکے کھائے ہیں یہ ہماری مخصوصیت اور سادہ لوچی کا ثبوت ہے۔ رزمگاہ، سسی میں زندہ اور باقی رہنے کی ہم صلاحیت لے کر آئے ہیں ہم دھوکہ نہیں کھانا چاہیے سڑکوں نہیں ہونا چاہیے ہمیں افراط و تفریط سے بچنا ہے، اینٹ کا جواب اینٹ نہیں ہوتا، آپ تنظیم کیجئے اس کے بعد سوچتے جواب سڑکوں پر نہیں وہ جواب کا جموں، یونیورسٹیوں میں لیب میں ادانوں میں آپ زیادہ دے سکتے ہیں۔ دلائل کا جواب صرف دلائل ہوتے ہیں، ہنگامہ احتیاج نہیں ہوتا۔ سرویم میور نے اہم رسول پر جو کتاب لکھی، سرمید اپنی ساری پوچھی بچ کر دلایت گئے تابوں کا مطالعہ کیا اور اتنا دل جواب نکھا کہ انگریز مورخین کو بھی اعتراف کرنے پڑا یہ بہتر کتاب ہے۔ یہ ہوتا ہے جواب۔ سڑکوں پر اترانا اور جواب دینا یہ افراط ہے، ایک تفریط ہے جیسے کہ ایک حلقة نکلا ایسا پر درش پارہا ہے جو کہتا ہے ہم کو صلح حدیبیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسلک کو دبادینا ہے سڑکوں ہو کر چلنے ہے، اقلیت کے لیے سڑکوں ہو کر چلنے کی بات بھی آنا ہی مخدوش ہے، جمہوری ملک میں اپنی بڑی اقلیت ہو کر ہم عزت نفس کو خیر باد کہہ دیں اسکا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ عزت نفس اگر چلا جائے تو کچھ باقی نہیں رہتا۔ قیادت کواب سمجھنا ہو گا جو قائد دوراندش نہ ہوان پر تکمیلہ کرنا چھوڑ دیں، وقت کا تقادیر اشارہ۔

ہندوؤں اور مسلمانوں میں نفاق کس طرح ہوا، انگریز مورخین نے تاریخ کو منسخ کیا کہ مسلم حکمران ظالم جفاجو اور کینہ پر ورثتے ترقی پسند مورخین کی ایک کھیپ ایسی اٹھی جس نے اس گرد کو صاف کرنے کی کوشش کی۔ تاریخ تحریک ہوتی ہے، جو بتائی ہے عوام کے رحمانات کیا تھے تاریخ کے اس نقطہ نظر نے تاریخ کے رخ کو بدلتا ہے، مسلم حکمرانوں کے خلاف الزامات بے بنیاد ہیں ایک بادشاہ جس نے سو بھائیوں کو قتل کیا، خزانہ نہادیا وہ سیل ہے ہندستان کا، وہ بادشاہ جس نے اپنی ذات پر ایک پیسے صرف کرنا گوارا کیا وہ مذکوب ہے تاریخ کو دوبارہ لکھنا ہو گا، تاریخ تو بہت جلد بدلتا ہے ان ہاتوں کو بھی بدلنا ہو گا۔ دوسری قسم ہے یہ سمجھا گیا کہ ملک کے دو بالا فرمتیں ملکتے مسلمانوں

نے کر دیئے ہیں سلیم مگر معلوم ہونا چاہتے کہ فی الحقیقت تقسیم کرنے والے ہندو مسلمان دونوں تھے، مخالفانے سے جو دستاویز برآمد ہوئے جو بارہ جلد وہ میں چھپ گئے ہیں ان میں واضح ثبوت ہے کہ تقسیم کی ذمہ داری کا نگریس بدھی ہے، آزاد نے پہلی بار اندیاد نس فریدم میں اس طرف توجہ دلائی تو کہا گیا یہ ان کی کتاب بے ہی نہیں۔ یہ صفات کے متعلق بھی ہی کہتے ہیں یہ موانکی نہیں ہے، یہ بات جب نہیں چلی تو اسے غلط بیانی پر محول کیا گیا، یہ پاس سال پہلے کی تاریخ ہے اسیں اتنی تبدیلی ہو سکتی ہے تو سات سو سال کی تاریخ میں بنیانے کے سنی تبدیلیاں ہوئی ہوں گی۔ تاریخ کی غلطیوں کی صحت کی ہم نے کوشش نہیں کی۔ آپ کے اسلاف کا طریقہ کارکیار ہا اس پر صحی نظر کرنی چاہتے۔ حضرت عمر خاروق رضہ جب یروشلم کے گرجا میں تشریف لے گئے، نماز نہاد تھت آیا تو پادریوں نے گرجا میں نماز پڑھنے کا افرادیا تو آپ نے فریدا مسلمانوں کو جب معلوم ہو گا ہم فر گرجا میں نماز ادا کی بے تو وہ اسیں اپنا حق سمجھنے لگیں گے یہ بات ناجائز ہو گی، چنانچہ باہر نماز ادا کی۔ اسپسیں کی تاریخ دیجئے جا بیجا لمحہ بلحہ اسکی پابندی ملے گی۔ اسلام کی روشنیہ ہے کہ اسیں صلح ہے سلیم ہے، رضاہت ہے۔

تیسرا بات ہندو مسلم کے درمیان ایک خلیج ہے، منادات کے سبب مسلمان اکھڑنے لگے، اہل دین کو یہ شکایت ہے کہ مسلمان اس جوش و خروش سے ملک کے معاملات میں حصہ نہیں لیتے، جس کا سب کچھ لٹکیا وہ جوش و خروش کا مظاہرہ کیسے کرے گا، یہ بات طبع کے خلاف ہے پھر ایک بات یہ کہ ہندستان کی آبادی کثیر ہے، بے روزگاری عام ہوئی تعلقات بہتر ہوتے پہلے نوے پیچانوے فیصد لوگ مسلمانوں نے ہمدردی رکھتے تھے، یہ تناسب رفتہ رفتہ بدلتا گیا، ہم اس رواداری کی شمع کو روشن رکھیں گے جو ہندستان نے ہزاروں سال پہلے جدائی تھی، یعنی مسلمانوں کو یہ بتانا ہے کہ وہ بھی، ہم بھی یہاں آئے، وہ آئے تو یہاں کی آبادی راندہ درگاہ ہو کر ودیا جل کے پار بسیج دی گئی، ہم آئے تو کسی کو نہیں بھکایا ہمیں اس بات پر فخر ہے، دراٹر میں تلخی بھی ایک تاریخی حقیقت ہے، لہذا ہمارا کوئی ایسا اندر اج نہیں ہے کہ ہم سر جھکائیں ہم نے ملک کو ملک بنایا ہے، ہندستان کی روایت کی داد دیجئے کہ آدم کش جزر لیوں کی اولاد چینگیز اور تیمور کے خاندان سے قلعق رکھنے والا باہر جب ہندستان آتا ہے تو وہ صلح، امن کا مرتع بن جاتا ہے، فنون لطیفہ اہم کے فن کے لیے گنا جاتا ہے، یہ ہندستان کی رواداری کی ہوا کا انداختہ کس اندازتے آیا اور کس طرح حکومت کی یہ بات قابل فخر ہے۔

ہم کو عنور کرنا چاہتے کہ ہم نے کیوں اپنے آپ کو جذبات کا آبٹ بنایا ہے، یہی وجہ ہے کہ اپنے بیگانے جب چاہیں ہمیں بھر کا دیں، ہم نے جب کبھی نا انصافی محسوس کی، مظلوم کا ہدف بنے، حکومت کی باگاہ میں فسیداً کی، دلاسہ طاکر مداد اکریں گے، مگر آپ نے ایک لمحہ کے ویسے بھی نہیں سوچا کہ جمہوری حکومت کسی امنوری کے سلسلے میں

کوئی فیصلہ نہیں کرے گی جب تک انہیں یقین نہ ہو جائے کہ اکثریت تیار ہے، بات اس وقت بھی جب ہمارا
تحاطب اہل وطن کے ساتھ ہوتا کہ ہم اتنے سالوں سے ساتھ رہتے آتے ہیں، ہمارے گاؤں دیہات کے رشتے ہیں،
تمہارے بزرگ کو ہم اپنا بزرگ مانتے ہیں، فادبر پا ہوتا ہے، انتظامیہ کمزور ہوتی ہے اسیں اقلیت کا بڑا نقشہ
ہوتا ہے، ہم بُری اقلیت ہیں ہیں اُنھوں نے تسلیم کیا ایک مسلمان ہے ملک کیسے برقرار رہنے کا اگر ہم پچھے رہ گئے،
ہم دونوں مل کر اس ملک کی تقدیر بدل سکتے ہیں پس امام انسانیت کے لیے من حیث اللہ ہمارا فرض ہے کہ اس زمانے
میں اخلاق کی ساری قدریں مسماں ہو رہی ہیں، ہمیں چاہئے کہ دیوار کی کجھ کو اپنی پیشست رکھ کر سیدھی کر دیں، جو کل
ہیں اور کہیں، اگر ہم کر سکتے ہوں تو ہم کہیں اسیں کوئی تمیز نہ ہو، کون ہندو ہے کون مسلمان، ایک ہی معاشرہ ہے دونوں
ایک دوسرے سے گتھے ہوئے ہیں، سینکڑوں کام ہیں جو بند و سلم سکھ عیسائی کے ساتھ مل کر کرنے کا ہے، یہ کام کرنے لگیں
تو تنا و دور ہونے لگیں گے، اجتماعی طور پر فاصلہ رکھیں گے تو بد گانیاں ہوں گی جو ملک کے حق میں نہیں ہے، ہم نے
تحمل سے کام کیا تسلیم سے کام نہیں کیا، ہم اس وقت الزام نہیں دیں گے الزام سے ضد ہوتی ہے، ہجوم سے کوئی نتیجہ
نہیں نکلے گا۔

یوپی میں اردو کو جب تسلیم کیا گیا تو بدالیوں میں فاد ہو گیا، حالانکہ ہندوی کی توانائی کاراز اردو کو ساتھ
لے کر چلنے میں ہے یہ بات ان کے نیکھ سمجھ گئے ہیں، وہ افاظ بھی نہیں اردو کے اس لیب کو بھی برت رہے ہیں، عوام
کے ذہن میں یہ بات سمجھا دی گئی ہے کہ اردو نے ہی پاکستان بنوایا جو صرف مقصود غلط ہے، اس وقت جو جرأت مل ہی
ہے اسی میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اواز بلند کر رہے ہیں۔ نہ بہب بیر نہیں رکھتا، ہندو ہانپنے مذہب میں پکے ہیں،
افلانی تدرویں میں پکے ہیں، وہ بھی ہیں، ہم بھی ہیں، وہ انصاف پسند، اشتراکی اور ترقی پسند لوگ جنہیں یہ بات کہنی
چاہئے وہ نہیں کہہ رہے ہیں مصلحت اسی میں ہے کہ ہمیں تعاون کا ہاتھ بڑھانا پڑے، آستین، چڑھانا مہلک ہو گا،
ہمیں آپ اپنے کو سمیٹ کر رکھنا ہے، بکھرنے سے بچانا ہے، آگے کا منصوبہ بنانے ہے، دفاع تحفظ کا انتظام کرنا
چاہئے، تعلیم کے لیے جٹ جانا پاہئے ہم انسانس حتیٰ کہ سو شسانس میں بھی بہت پچھے ہیں ہم نے اردو زبان و ادب کو
ہی اور حصنا بچوں بنا لیا ہے، نتیجہ اسی ہے۔ زندگی کے کسی شعبے میں ہمارا کوئی امتیاز نہیں ہے، آپ کو ملک کی
قدرتیات کے چھ مسلمان نہیں ملیں گے چھ بڑا ہندو مل جائیں گے ہمارے ہاتھ میں قلم نہیں ہے، ہماری پڑھائی
سلطی ہوتی ہے، ہم خون کے قطرے بہانے لگتے ہیں پسند نہیں بہاتے، پسند بہائے بغیر ملت نہیں ہوتی۔ پسند بہانا
سکھیے خون بہانے کی ضرورت نہیں۔ ایک minimum کیونکیش پر وکرام بھی ضروری ہے دوروں تک اپنی بات

پہنچنے کا، ہم غصے کا جواب نہیں سے دریگے، تمیرت بات کہیں گے تو سنی جائے گی چار کے بعد چار سو سینیں گے۔ ایک انگریزی روزنامہ نکالنے سے ملے ہیں ہمارے حوصلے بلند تھے جو مسلمانوں کو محیٰ تر غنیب دیتا اعتدال کا فی الحال دسمبر سے مولکی نکال رہتے ہیں جس کا نام ہے دن نیشن کرنیکل ۔

نیشنل انگلشی کا فقط غلط ہے، قومی کیجئے صحیح ہے، اس کے لیے پڑپار سے کام نہیں ہو گا، بنیاد انھا ہونا چاہئے پہلے ما انھا فی ختم کیجئے، کیونکہ نہم نیشنل انگلشی کے خلاف جاتی ہے۔ بُری تیادت کا زمان ختم ہو گیا اب چھوٹے چھوٹے فوری سیز کام کر رہتے ہیں، فسادات کی جڑ میں انتہادی مسائل بھی ہوتے ہیں، ہمارے یہاں بے دوزگاری کی فضائے آپ ایک دوسرے سے تعاون اور دوستی کا تھہ بڑھایے، ایک ہاتھ کو پہلے درکت دیجئے دوسرے میں بھتی ضرور ہے، ہم اپنے ملک کی رواداری پر نماز ہے، یہ رہایت تین چار سو سال پرانی ہے اسے باقی رہنا چاہئے اسی میں ہماری اور ملک کی بقاہے۔



اچاریہ ڈگی ان شرما (دیوندرنا لکھ شرما)

اپنے مذہب کے ملاوہ دوسرے مذاہب کو برآمجھنا ہی سپردیا کیا ہے، کام دھرموں میں بنیادی چیز ایکتا ہے، ہم اسی سے الگ ہٹنے لگے ہیں، دراصل کسی مذہب کے جب followers بڑھتے ہیں تو اپنے اپنے دھنگ سے انہر پر ٹیشن ہو جاتا ہے، اسی سے سپردیا کیتا پیدا ہوتی ہے، رگ وید میں کہا گیا ہے۔ وہ فد کی، سنتی ایک ہی ہے لوگ اس کا الگ الگ نام بتا دیتے ہیں، آپ اسے اشور کہیں، رام کہیں، رحیم کہیں، مسئلہ یہ ہے کہ پانی تو برتائے گئے ہم اسے کتنا سکتے ہیں یہ ہم پر مخصوص ہے دنور تو برس رہا ہے مگر یہم کتنا لے سکے ہیں یہ اپنے اپنے طرف کی بات ہے، دھرم کے اصل روپ کو نہیں سمجھنے سے سپردیا کیتا پیدا ہوتی ہے، یہ تنگ دلی تنگ نظری کا ایک روپ ہے جو اشور کو محیی بانت دیتا ہے، ہم نے زمین آسمان، پانی کو بانٹا، اس سے بھی شفی نہ ہوتی تو اشور کو بھی بانٹ دیا۔ اب کوئی اشور سے پوچھئے دہ کون سی زبان جانا ہے، یہ ہماری نامجھی ہے جو کبھیں کر دیا یہی بھاشا جانا ہے، یہ تنگ نظر تنگ دل آدمی کا کام ہے جو اس روپ میں دیکھتا ہے، جب سے انسان بے تب سے سپردیا کیتا ہے اگر یہ نہ ہوتی تو راجحتی میں جتنی لڑائیاں ہوئیں اور نہ ہوئیں لیکن وہ لڑائیاں دراصل دھرم کو غلط روپ میں پیش کرنے والوں کے کارن ہوئی ہے ہمارے لیے مکہ پھر میں ہے مگر یورپ والوں کے لیے تو مکہ پھر میں نہیں ہو گا، دیدامت میں ایک جگہ ہے تم اس آنکھ پر بھروسہ نہ کرو، سب سے نزدیک پیپی ہے خود آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی، تم دنیا کو دیکھنا چاہئے

ہو، اس آنھے سے بڑی سچائی، بڑی مستحکم کو دیکھنے کا دعویٰ کرتے ہو تو وہ آنھ پیدا کرو۔

بیشل انگریزین کا لفظ آزادی کے بعد سننے کو ملا، مگر ہے پہلے بھی رہا ہو، مگر جیسے جیسے آزادی کا جذبہ لٹا گیا یہ لفظ آسان میں گوئی بخشنے لگا ہے اور اب تو یہ مسلم کافی نگین ہو گیا ہے۔ ہندستان کو ہم نے انگریز یونیورسٹیشن مانائے ہے اسیں بیشل انگریزین کی بارت سمجھ میں نہیں آتی۔ ہندستان کا انتہا اس دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دشیں میں اپس میں ترا ریاں ہوتی رہی میں مگر ڈرائیوں کے باوجود ملک کی انگریزی پر بھی اپنے نہیں آتی۔ ہدیہ ایک ہونے سے دوسرے ہونے تک اس ملک کو ایک اکانی کے روپ میں دیکھا گیا۔ آخر وہ کیا چیز ہے جو بیشل انگریزین میں رکاوٹ ڈالتی ہے۔

دنگے ہوتے نہیں ہیں کرائے جاتے ہیں۔ ۱۸۷۸ء کے بعد کی ساری چیزوں تصویروں کی طرح سامنے ہیں پہلے انگریز سینٹی دھار کا کام کرتے تھے سارا الزام ان پر جاتا تھا آج بیالیس سال بعد بھی دنگے اب تک بند نہیں ہوئے، یہی نہیں ملک کی انگریزی پر سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کبھی پورب کبھی بچپن سے آواز سنائی دینے لگتی ہے، ہم الگ ہو جائیں گے۔ ملک میں رہ کر رہا ہوتا ہے مگر اب نہیں ہوتا جو چیز آج کل سنائی پڑتی ہے، ہم دوادے رہتے ہیں مگر بیانی کی تشخیص نہیں کر رہتے ہیں اور کون سی بیانی کی دوادے رہتے ہیں۔ ہندووں کے بیچ بھی ڈرائیاں ہوتی ہیں ذات پیات کی رہائی۔ مسلمانوں کے بیچ شیعہ سنی جنگری سامنے آتے ہیں، لکھنوں میں شاید کوئی سال ایسا نہیں گز تاکہ شیعہ سنی جنگری نہ ہوتے ہوں۔ ایران عراق جنگ کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ایک فرقی شیعہ ہے ایک سنّتی۔ ہندستان میں ترکی سلطنت ۱۷۵۷ء میں قائم ہوئی، آج اٹھ سو سال ہو گئے لیکن اتنے دن ساتھ رہ کر بھی ہم نے ایک دوسرے کو کتنا جانا یہ ایک اہم سوال ہے۔ جاننے کی کتنی کوشش کی اور کیوں نہیں کی۔ عبد الرحمنی اور عبد الفطریں کیا فرق ہے، ہندو دوستوں سے بھی آج تک جواب نہیں ملا۔

آزادی کے بعد سیکولرزم کے نام پر مذہب کی تعلیم اٹھادی گئی، مذہب صرف مذہب نہیں ہے وہ پھر سے بھی جڑا ہوا ہے، مذہب مذہب ہے اور وہ اچھا ہے اسکو پھر سے شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ اسکوں میں پہلے جو مذہب کی تعلیم دی جائی تھی، مسلم کو اسلام کا پانچھا، ہندو کو ہندو اسلام کا پانچھا اسیں تمیم کی ضرورت ہے تاکہ ایک دوسرے کو جائیں اور غلط نہیں دو کر سکیں۔ بیشل انگریزین کا اصراف ایک ہی پہلو نہیں ہے اسکا ہر سریکل، جیوگرا فیکل، اہماں موکل پھول اور سڑی ریسی پہلو بھی ہے جس میں ہر لپی و پار کرنے کی ضرورت ہے ان سب میں اکانوںک پہلو بہت اہم ہے جب تک ہم اسکا اصل نہیں نکلتے تب تک اور اصل بہت کام کے ثابت نہیں ہوں گے۔ ۲۲ سال سے ہم انگریزین بپ رہے

ہیں مگر آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے حکم کئے گئے ہیں۔ اپنے میں بچوں کنفیڈنس ڈولپ کریں اسکی کمی ہے، ہم محبسوں میں اندر کچھ رکھتے ہیں ابھر کچھ بوتے ہیں، جتنا دل میں رہتا ہے اتنا نہیں بولتے، اگر یا نئے دروں نئے بروں والی کیفیت ہے اسیں کمی آفی چاہئے یہ سوچ کربات کرس کربات نہیں کریں گے تو جان یہ اثاب ہوگی۔ صفات آشرم میں ایک بار بلا یا گا وہاں میں نے کہا تھا کہ آپ جسے چھنسی سمجھ رہے ہیں وہ کینسر ہے علاج کینسر کا ہونا چاہئے درز روگی مر جائے گا۔ صاف گوفی سے بڑھ کر کوئی بات تجھی نہیں۔ ہم کئی روپوں میں بنتے ہوتے ہیں جو کمی تھی سیاست پورا کرنی چلی جا رہی ہے، سماج کو ملک کو کتنے حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے یہ کوئی ہم سے سیکھے۔ ڈن کے فائز ہوتے ہیں شانست کے فائز نہیں ہوتے، من چھین ایک ملکنے والی چیز ہوتی ہے اسیں کبھی بلبلہ اٹھ سکتے ہیں لیکن وہ بلبلہ پھر مت جاتے ہیں پھر پنپنے میں سچے روپ میں بینے لگتے ہیں۔ ہمارے یہاں دلی میں ایک نیشنل انگلشی کونسل بھی ہے کئی سال تک اسکی بیٹھک ہی بنتی ہوئی ہے، یہ مرض کیا ایسا ہے کہ کئی سال تک دو اکی ضرورت ہی نہیں پڑ رہی ہے جب تک اس جیز کو ان دونوں کا روپ نہیں دیں گے تب تک مسئلہ حل ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ اسیں ہر آدمی کی مدد چاہئے، اور وہ مدد نئے دروں نیمے بروں والا نہیں، کھلے دل سے چاہئے۔ چین اور امریکہ مل سکتے ہیں تو دنیا میں کون نہیں مل سکتا چین اور امریکہ کے درمیان ایک دنیا میں مشکل سے ہے گا۔ ہم ایک ملک ایک ناگر کتابوں پر وسی دوست، سندھی نہیں مل سکیں گی ماہر مانتے کی جیز ہے، بُری دیواریں بھی دھادی گئیں، ساری دیواریں ڈھبہ رہی ہیں مگر ہندستان کی دیوار اور اونچی اور اونچی ہوتی جا رہی ہے۔

ڈیوا مڈ اینڈ روں صرف انگریزوں کا ہی اصول نہ تھا، یہ سیاست کا اک کاوا اصول ہے، ہندستان کی سیاست میں چار جیز کو ہتھیار مانا گیا ہے، سام، دان، گنڈا اور بجید۔ پہلے سمجھاو، زیستی تو دان دو، اس سے کام نہ چلے تو ڈراو، دھر کاؤ، پھر بھی کام نہ چلے تو پھوٹ ڈالو۔ یہ ڈیوا مڈ اینڈ روں والا سدھانت ڈپرنا اور پکاہے، ملک میں بارہ آنٹا گیا اور کامیاب پایا گیا ہے۔ اخباروں میں خبر آتی ہے یہ ودشی طاقت کرا رہی ہے مگر کس سے کرا رہی ہے، امریکہ میں کیوں نہیں کچھ کر رہی ہے۔ سی ائی اے کے کارنامے دوسرا جگہ دیکھنے کو طے ہیں، ہمارے اٹلی جنس کے بوگ وہاں لیا کرتے ہیں ان کی اٹلی جنسی اتنی زور دار ہے کہ راج پاٹ الٹ جاتا ہے، ہمارے دش میں اندر اکانہ صھی کے تسل کا آنا بڑا حد تھا مگر یہ اٹلی جنس اسکا بھی پتہ نہ چلا سکی۔ ہمارے بھیتر راشٹری ایکتا کی بجا و ناکمزور ہے ایک دھکے سے ٹوٹ جاتا ہے اسے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ آج دنیا کو اس کی ضرورت ہے، دنیا بھر کی جیزیاں ہم اپنے سلیس میں رکھتے ہیں اسکوں کا لمحے بچوں کے لئے لگر اس سلسلے کی کوئی چیز ہمارے سلیس میں نہیں ہے۔

آج ہم نے دنیا کو تھہ والا کرنے کے لیے نہیں پیدا کر لیئے ہیں مگر جب ہم نہیں رہیں گے تو نسل فما کا نوکس کون پڑھے گا۔ رہنا ضروری ہے چیلے اور اس کے لیے امن جیں کی ضرورت ہے، یہ پڑھنے پڑھانے کی چیز ہے۔

سمپر دایکتا جس روپ میں شہر میں ہے دیہات میں نہیں ہے، میرے گاؤں میں ہندو مسلم دونوں ہیں، بچپن سے آج تک محسوس نہیں ہوا کہ ہمیں کوئی فرق ہے، کچھ فرق نظر آتا ہے تو ان میں جو شہرستے ہو کر آئے ہیں، ہم یہاں زہربوتے ہیں وہ انسکلپوں سے ان پڑھ لوگوں تک پہنچتے ہے۔ آج بھی گاؤں میں وہی پریم وہی محبت وہی اکافی ہے کہیں ناتھی نہیں ہوئی ہے، یہ سارا ہر ہمارے دماغ میں بھرا ہوا ہے، ہم ہی اسے تیار کرتے ہیں، پانچ سال میں زخم کچھ بھر جائتا ہے تو پھر پریچنا وہ اگر ہر اکر دیتا ہے۔ ایک بڑی ٹرینیڈی یہ ہے کہ دوسروں کو سدھارتے کی کوشش سب کرتا ہے اپنے کو سدھارتانا نہیں چاہتا، سب ایماندار ہو جائیں مجھے چھوڑ کر سب چوری نہ کریں مجھے چھوڑ کر، ہم پہلے اپنے کو سدھارتیں پھر دوسروں کو۔ ہم پانچ ہی آدمی کچھ تو شروع کریں ایسا سات سے ہت امید کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم اپنے اوپر ذمہ میں تو کچھ ہو سکتا ہے۔ ناگر ہم ہیں بھلا بر اہما رہوتا ہے ایسے ہیں کچھ طے کرنا چاہتے۔ داکڑا کر حسین نے ایکبار فرمایا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کو جب رامپور سے کھڑا ہونے کی ضرورت پر گئی اسی دن سیکولرزم ختم ہو گئی۔ انہیں مسلم علاقے سے کھڑے ہونے کی نوبت کیوں آئی، وہ تو قومی بیڈر تھے ملکی شخصیت کے مالک تھے۔ یہ ہے جہوریت کا روپ۔

ایک ایسی کتاب ترتیب دینا ضروری ہے جسیں ہر ذمہ دہب کی بنیادی باتیں آجائیں یہ کتاب میٹرک تک پہنچی
پڑھائی جائے اس طرح میٹرک والوں کے ذریعہ یہ چیزیں گاؤں تک پہنچے گی مگر کیسے ہوکس روپ میں ہو یہ طے کرنا ہے، اس میں سب کا کچھ روں ہوتا ہے دس میں آدمی کی کوئی کیسی بن جائے تو میں بھی خدمت دینے کو تیار ہوں۔ مقصود ہی ہو گا کہ کیسے ہم یہ کیوں نیکیشن گیپ ہائیں تاکہ دوری کم ہو اور ایک دوسرے کو جان سکیں سمجھ سکیں۔ ایسے کھلے دل کھلے ذہن سے اس موضوع پر سوچنا ہو گا اپس میں میل جوں اور پریم کی بھادنا بڑھانا ہو گا اس میں ملک کا اور سب کا کلیاں ہے۔ اگر آج ہم نے کوئی قدم آگے نہیں بڑھایا تو دشیں ٹوٹ جائے گا۔ دشیں کی پر پردادیش کی سبھیتا خطرے میں بڑھ جائے گی۔ دشیں ہمارا ہے اسکی اچھائی کے لیے سوچنا ہو گا اور کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا۔

شمس الرحمن فاروقی

ہمارے یہاں دانشوری کا زوال ہوا ہے نام نہاد اہل علم سائیکونوفلٹ ہو کر رہ گئے ہیں ایسا کیوں ہوا۔ اس میں شک نہیں اچھے لوگوں کی خاموشی بدتر ہے بے برقے لوگوں کے مل سے۔ اس میں شک نہیں کر اہل علم

اہل دانش خاموش رہتے ہیں۔ ہم خاموش کیوں رہتے سپاٹیاں کیا ہیں۔ سرکار کچھ نہیں کر رہی ہے تو تم کیا کر رہتے ہو۔ اگر گھر میں ایک بھی اردو جانے والا زندہ ہے تو اردو وزنده رہتے گی، ورنہ اگر سرکار آپ کے گھر میں اردو کا اسکول بھی کھول دے تو اردو زندہ نہیں رہ سکتی میرے ہوئے گھوڑے کے منہ میں بالائی مکھن ڈال دیجئے انجکشن لگادیجئے تو بھی وہ دوڑے گا نہیں۔ جب ہمارا خیر بھی مر جا ہے تو ہمیں کیا ہمہ ہے کچھ کہنے کا۔

سید شہاب الدین دستوی

مشہور مقولہ ہے کہ جنگ پہلے ذمتوں میں شروع ہوتی ہے اسلئے لوگوں کے ذمتوں کی جنگ کی پہلے مدافعت ہونی چاہتے ہیں اس بھی لوگوں میں لائن آف ڈیفننس تیار کیا جانے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر شیلندر سنگھ

اس وقت بہار آنے کا خاص مقصد یہ ہے کہ بھاگلپور جا کر بھی دھیں کر کیا ہو رہا ہے، روپور میں بہت اُرہی ہیں کچھ صحیح بھی لگتا ہے اور کسی روپور میں تصادم بھی ہے، سرکار بھی کر رہا ہے۔ تم کروڑ روپے کا گرانٹ ورتان سرکار نے دیا ہے، یہ بھی دیکھا جائے کہ حکومت صحیح دھنگ سے کام کر رہی ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم کروڑ میں سے ہزار بھی لوگوں کے پیچے ساتھی نیکٹس فاؤنڈنگ facts finding رسمی دھیں گے۔ روپور سے دو تمہیز صاف ہے، دونوں فنوں میں بھول ٹرست نہیں ہے، دونوں میں دیواریہ سرکل ہے ایک دورے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، آخر بھول ٹرست کو س طرح ریسُور کیا جائے اس کے لیے متاثرہ محلوں میں پس کمیٰ نورم کی جائے جس میں سب کیونٹی کے لوگ شامل ہوں، پولیسکل پارٹی کے لوگ بھی ہوں، وہاں میں ارجمند کئے جائیں، اسکے لیے وہاں کے ایڈمنیسٹریشن نے لا او نہیں کیا اس لیے کہ کمزوریاں اسپوز ہو جائیں گی، نئے ایڈمنیسٹریشن سے امداد ہے کہ انکریج کرے۔ اسیں مت بھید جلا کر ریپرینٹ کریں۔ اس توڑنگ اور رنگ طبقے کو آگے آجائے اُنہیں بھی پس ارجمند کرنا چاہئے تاکہ شک و شبہ دور ہو۔ بھاگلپور جا کر ہم رائٹ تھنکنگ کے لوگوں سے میں گے ان کے سامنے یہ باتیں رکھیں گے، اسیٹ گورنمنٹ نے بھی یہ پروگرام بنایا ہے اسکو overseer کرنے کے لیے ایک کمیٰ بنائے جو دیکھتے کہ اپلائینٹ ہو رہا ہے یا نہیں اور کسی اندیجوں کے گرد یوانس کو بھی ڈسٹرکٹ ایڈمنیسٹریشن کے سامنے رکھ سکے اس سے بے ایمانی کم ہو گی، تیسری بات حکومت بہار کو پرسوڈ کرنا چاہئے کہ وہ ایک جنرل سرکلر نام اس پر اور

ایڈ منسٹر شن کو سر کو لیٹ کرے کہ جو کچھ ہوا ایسا نہیں ہونا چاہتے۔ بھاگلپور یونیورسٹی میں کوئی اردو کے پروفسر صاحب ۵۰ اکتوبر کو اپنے گھر پر تھے انہیں گھر متے باہر بلا یا گیا ایسٹ کیا گیا، لوگوں میں بند کیا گیا اور مارا گیا گیا۔ اگلے دن انہیں ڈسٹرکٹ محسٹریٹ کے سامنے لا یا گیا، انہوں نے پوچھا آپ کے پاس کیا کیا اسلئے میں جواب دیا ایک ناف ہو سکتی ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ محسٹریٹ صاحب نے کہا آپ جھوٹ بول رہے ہیں کتاب پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائیں پھر کہا رہ مسلمان ہیں انہیں جھوٹ بولنے کی عادت ہے، آپ شاید بھی چھٹے نہیں پڑ کر دیجھئے ان کو پیا گیا بھر بند کر دیا گیا، اور میں جھوٹ نے سے بعد پرس کو یہ بیان دیا۔ پوس کا جو طریقہ ہوتا ہے وہ بدلا نہیں بنا سکتا، ڈسٹرکٹ محسٹریٹ جسکا ایک بیوی ہے اس سے ایسا Expect ہم نہیں کر سکتے۔ چیف منسٹر سے میں کہنا چاہتے ہے کہ ایک جنرل ٹاپ سارکلر ڈی ام، اس پی کو صحیبیں، ایسے ایسے واقعات ہوتے ہیں امید نہیں کی جا سکتی کہ آپ سے ایسا ہو گا جن سے ہوا ان کو وارننگ بھی دی جانی چاہتے ہے کہ ایسے واقعات نہ ہوں۔ ضلع پدادھیکاری، اس پی اور کچھ افراد کا اُرانسفر بھی کیا گیا ہے۔ دو گز ٹیڈ آئیس آڈی سی درجن پوس کا Suspension بھی ہوا، پانچ سو ڈنکاریوں کے خلاف مقدمے گیا درج ہوتے ہیں اس کے ساتھ فوری عمل یہ بھی ہوا ہے کہ ایک ڈنکاری کی جگہ انکو اُمری بھی بنائی گئی ہے جس میں ہائی کورٹ کے جج کی نیکتی کی گئی ہے جو چھان بین کرے گا، پانچویں بات ان معاملوں کے لیے ادھار درج ہے اسکے نزدیک کی نیکتی پسپر دیک دنگوں کی جا پانچ دو گاؤں کے لوگوں پر حرب مانے بھی عائد کیا گیا ہے، کچھ لوگوں کو جو گھر سے باہر بیٹاں ان کی زمینوں پر دوسرے لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے مکوہرست کو چاہئے کہ ان زمینوں پر قبضہ دلاتے ۲۴۷۷ءے کھروں کی حرمت کے لیے جو لاکھ کے حساب سے گرانٹ کیا گیا ہے۔ اتحاد راحت چھتریوں میں دس ہزار لوگوں کو جھونب و سردار یا جارہا ہے، لاکھ روپیہ مرنے والے کے دارثین کو دیا جا رہا ہے۔ روپیہ آدمی کی کمی کو پوری نہیں کر سکتا مگر سختی کو دیا جاتے، سرکار کے آنکھ سے کے مطابق پانچ چھسو، اصلاحیت دیرہ دوہزار ہے، ہر بارخی خبر ملتی ہے اسکا کہیں کوئی رکارڈ نہیں ہے۔ سنکھیا نزدھارت کرنے کے بعد ہی معاوضہ دیا جائے۔ مسجدوں کی دوبارہ تعمیر کے لیے بھی انودان دیا جا رہا ہے۔ وہاں پر کر گردیوگ بہت ہے، بہت کر گہہ ہے یا اکٹریکل ہے یا پٹ کر گہہ ہے ان کر گہوں کے لیے ۳۲-۲۵ فیصد گرانٹ باقی لون، ان کی بازا آباد کاری کے لیے ۸۰۰ کوئٹل چاول... پوئیل دال پر ووائڈ کے جا رہے ہیں، ساری دھوتی پادر وغیرہ باٹی جا رہی ہے، باہر کی کچھ ایجنسی بھی مذکور رہی ہے، مہاراشٹر سرکار نے کچھ کپڑے بھی ہیں، بوکار واٹیل نے کچھ پر وپوزل دیلب سکونے بھی میں ٹن جی آئی شیٹ دینے کا وعدہ کیا ہے کیا یہ سیل اشہار ہے یا پچ سچ دھوکی کو شش ہونا چاہتے کہ جو حکومت کر رہی ہے وہ صحیح طور پر پورا ہو۔

ہسٹری میں آنا ہائی ارڈر کا کیرنچ ہوا ہو تو مجھے یاد نہیں پڑتا، پارٹیشن تک کا سنتا تھا مگر اس ملک کا سمجھی نہیں سن۔ ہم لوگ ایودھیا بھی جائیں گے، کوئی کچھ کہہ دیتا ہے اور کوئی کچھ سمجھے میں نہیں آتا، مگر یونیورسٹی سے سلسلے انسوں کی بات مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ ^{improductive factor} ایمپریشن کو رسپونسو کر دیا جائے اس سلسلے میں حکومت نے صحیح اعلان کر دیا ہے، ہماری سوسائٹی ابھی فور میٹوا یعنی میں ابھی پی ان حق، بھروسہ راجوشی علی اکبر نبی ان پانڈے ہمارے سر پرست ہیں فونڈنگ ممبر تو ہیں جن میں حال خواجہ پریسیدنٹ ہیں، میں سکریٹری ہوں اور دوسرے پروفسر ال پی شریعت مسعود الحسن کے ارسرما، ابھی اس یادو، مین موبہر، مشر طارق، کل نولوگوں کی یونٹ ہے تو کی وجہہ ہے کہ رجسٹریشن کے ممبر شپ نکل ہے، ایسے لوگ ہیں جن کا پارٹی افیشن نہ ہو زہ ائندہ یونٹ لوگ ہوں، ارگانائزیشن کی ضرورت اسلامی بھی ہے کہ کسی ارگانائزیشن کے تحریک و آپ کہیں جائیں تو یہیک سے بات کرے گا۔ سورل پریشر کام کیسے کرے گا جب سورل ہی نہیں ہو، ہم کسی ام ال اے، ام پی کو پکڑیں تو دہ پانچ سال بعد نظر آتے ہیں۔



عرفان اللہ خاں

آج ملک تیزی سے بدلتا رہا ہے، اچھا یا بُرائیوں میں بدلتا ہیں ۱۹۷۰ء سے ۱۹۸۹ء تک کتنا فرق آگیا ہے۔ آئندہ اور بھی تبدیلیاں ہوں گی، لیکن امیدابھی ازندہ ہے، بلکن ہے آئندہ بُرائیوں کے بدلتے اچھا یا بُرائیوں آجائیں پورے دنیا مکمل اوجی کے میدان میں آگے بڑھ کر ہے، ہمارے ملک میں بھی کافی ترقی ہوئی مگر مکمل اوجی کے ساتھ ہا را ذہن اتنا ترقی نہیں کر سکا ہے۔ ہم ہر چیز میں قوم و ملک کے لیے سوچتے ہیں، کاش اپنے دش کو ہم اپنا خوشنامادیں بنائیں جس میں کوئی بھی یونڈی کوئی میرٹ کوئی بجا گپتو نہ ہو۔

اسلام ایک دانما ملک چیز ہے، ہماری قوم نے اسے ہلکا کر دیا ہے، ہم ہر چیز کو کیسے برداشت کر رہے ہیں، ہم اپنے کردار و عمل سے کیوں نہیں اپنوں کو اور دوسروں کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہم میں بھی کوئی شخصیت کوئی کروار ہے جو ملک کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ ہم بھی ملک کی اہم اکائی میں ہمارے بیزی ملک متعدد نہیں رہ سکے گا، ہم صلاحیت پیدا کریں اور اپنے فن میں ہوئی بن جائیں۔ ہمودی میڈیا پر چھاگئے، میڈیا بہت اہم چیز ہوتی ہے۔ ہمیں میڈیا، بنیکنگ اور بُرنس کی سمت بڑھنا چاہے، بنیکنگ جوانہ سڑکی کو فناں کرتی ہے، بُرنس کی جیسے بنیکنگ ہے اس میں زبردست اپورچوتی ہے، جب تک ملک کی معاشیات کو نہیں کنٹرول کریں گے اب کچھ نہیں کر سکتے۔

کرنل محبوب احمد

ہمارا دشیں مختلف رنگ روپ، ذات و نسل، زبان و مذاہب اور مختلف کھان پان کا مجموعہ ہے، یہی ہمارے ملک کی خصوصیت ہے ہمارے ملک میں مذاہب کا بھی گہرا نقش ہے جو اس ملک کی اسی سے زیگزگ دشیں پر فخر ہے۔ ہمارے دشیں نے بڑے بڑے رہنماؤں کو صنم دیا، گاندھی، بہرو، آزاد، جناح، جن کی حیثیت میں لاقوای صحی، یکجا ہم اپنی نگاہوں کے سامنے اس ملک کو ٹوٹنے اور برباد ہونے دیں گے ہرگز نہیں۔ میں ہندو مسلم کی بات نہیں کرتا میں تو کہتا ہوں کہ ایک ہندستانی نے اپنے ہندستانی بھائی کو مارا، مارنے والا اور مرنے والا دونوں اسی ملک کے سوت ہیں۔ تمام باشندگان ہند ایک ملت ہیں ان میں کوئی امتیاز کوئی تفریق نہیں۔ ملک کی تقسیم سے ملک کمزور ہوتا ہے۔ تقسیم پاکستان کے سبب بھی ہمارا ملک کمزور ہوا، ایسے ہیں اس ملک کو مزید ٹوٹنے سے بچانا ہے اور ان عناصر کے خلاف علم جہاد بلند کرنا ہے جو اس ملک کو توڑنے کے درپے ہیں۔ وہ جس نے گاندھی جی کا قتل کیا وہ بھی کوئی غیر نہیں تھا ہندستانی تھا مزراں درا گاندھی کا قتل کرنے والا بھی ہندستانی تھا اور حد توریہ کروہ میں نظر تھا۔ بجلا ایک سپاہی کو زیر بھی نہیں دیتا کرو۔ کسی فاتون پر ہاتھا ٹھا۔ پینہ میں بھی ذریعہ وار اذ فساد نہیں ہوا، ان دنگوں کے لیے پوری کیمیو ملکی ذمہ دار قرار نہیں دینا چاہیے، ایک تھوٹا سا طبقہ فساد کرتا ہے، فساد میں بھی کوئی پسندت کوئی ملا یا کوئی رہنا بھی ملا نہیں جاتا بلکہ خپلے طبقے کے عوام مارے جاتے ہیں، یہ کرامہ ہے۔ ہیں چاہئے کرگاؤں گاؤں، محمد محلہ گھو میں اور بتائیں کہ ہم نے بڑی قربانیاں دے کر اس ملک کو بپایا ہے آزاد کرایا ہے، ہم کسی کو اس ملک میں فساد میانے کی اجازت نہیں دیں گے اس سے خود ہمارا اور ملک کا نقصان ہو گا۔ مذاہب تو بہت ضروری چیز ہے کسی پیسر کی جڑ کی طرح ہے مگر سچا مذاہب صرف مندر مسجد جانا ہی نہیں ہے مذہب ہمیں رواداری، برابری، اتحاد، عفو و درگذرا و اغلاقی قدر ہوں کا سبق سکھاتا ہے۔ آپ نے سنا ہو گا رائیش شرما جب پاند پر گیا اور اس سے پوچھا گیا ہندستان کیا نظر آ رہا ہے اس نے یہی کہا تھا۔ سارے جہاں سے اچھا ہندستان ہمارا۔ یہی ہے ہمارا ہندستان غور فرمائیے اس ہندستان کو سب سے اچھا اپنا وطن نظر آیا، یہ جب الوطی کی پیپن ہے۔ ہمارا بھارت تو ایک ماں کی طرح ہے جو اپنے آنکھ میں بلا امتیاز و تفریق ہر اچھے برے کالے گورے کو سیٹھے ہوئے ہے اس کی محبت اور شفقت سب کے ساتھ کیساں ہے، ہمیں بھی چاہتے کاپنے اور وطن کی آبرو پر کوئی آپنے آنے کا موقع نہیں دیں۔ اسکے لیے ہر طبقہ کے لوگوں کو بالخصوص ستاروں ادیبوں، دانشوروں، سماجی کارکنوں کو اٹھنا ہو گا اور کوئی اقدام کرنا ہو گا۔ ہم بورے سے لوگ تو چند دنوں کے ہمان

ہیں، نوجوانوں کی پوری عمر باتی ہے انہیں اس ملک کو زیادہ ترقی یافتہ بنانا ہے۔ ہر وہ ہندستانی جو اس ملک میں پیدا ہوا ہے برابر کا حقدار ہے، ہم ہندو اسلئے ہو جاتے ہیں کہ ہندو گھر میں پیدا ہوئے مسلمان اسلئے ہو جاتے ہیں کہ مسلم گھرانے میں پیدا ہوتے، ہم سب برابر ہیں، ہمارے یہاں تعلیم کی کمی ہے خاص کراچی تعلیم۔ تعلیمی سطح پر بھی اس ملک کو اگے بڑھانا ہو گا۔ پورا اپروپر ہے کہ ہندستان ہمارا ہے آپ کا ہے سب کا ہے خوش تسمیٰ سے یہاں اچھے زیادہ ہیں خراب کم، فنڈ افتخار مسلمانوں میں زیادہ ہیں ہندوؤں میں کم۔ حاجیستان کو ہم نیتا انہیں سمجھتے وہ یہ دینیں پسیسے والا ادی ہے، وقت ایسا آگیا ہے کہ وہ مدد کرتا ہے ایسے لوگ اس کے پاس جاتے ہیں، ہندستان گلبلک ہے، ہم اپنے آپ کو اچھا ہندوستانی بنائیں، دوسرا ٹھیک ہونا ہو یہ اسکی ذمہ داری ہے۔

○

ہندستان صرف ایک ملک نہیں ایک بزرگ علم ہے، یہاں بھانت بھانت کے لوگ رہتے ہیں۔ طرح طرح کی بولیاں بولتے ہیں، طرح طرح کا بابس پہنچتے ہیں، قسم قسم کی تہذیب قسم قسم کا تمدن ہے یہ دش مخالف مذاہب، مختلف نسل مختلف زبان اور مختلف رنگ و روپ کے لوگوں کا ایک ملا جلا سنگم ہے، یہ صدر رنگی ہی دراصل اس ملک کا حسن ہے جو اس ملک کو جیں اور عظم بناتی ہے۔ ہم ایک ساتھ رہتے ہیں کھاتے پہنچتے ہیں، ہم اپنے ہم کو جیسی لڑکی جاتے ہیں لیکن جب بھی دش پر آپخ آتی ہے، ہم سب ایک ہو جاتے ہیں اپنی قومیت پر کوئی آپخ ہم آنے نہیں دیتے یہ یقیناً بہت بڑی بات ہے۔ ہمارے ملک میں مذہب کی بیناد بہت گہری اور دسیع ہے مگر مذہب کی روح اور مذہب کے اپرٹ سے ہم مآشنا ہیں ہم ایک خیال رکھنا چاہئے کہ یہ ملک ہمارا ہے آپ کا ہے، ہم سب کا ہے اور ہم سب کو مل کر اس ملک کو بیان بے اس ملک کو اگے بڑھانا ہے۔ آئے ہم سب مل کر اس ملک کی خدمت کریں اور اس ملک میں چار چاند رکھائیں۔ رواداری اس ملک کی روایت رہی ہے، ہم اپنی اس روایت کی حفاظت کرنی ہے، ہم ایک دوسرے سے رابط رکھنا چاہئے ایک دوسرے سے ملنا چاہئے اور اپسی گفتگو سے اپنے مسائل کا حل نکالنا چاہئے۔

جب ہندستان آزادی کی لڑائی لڑ رہا تھا تو اس وقت دانشوروں کا باروں تھا لیکن ملک آزاد ہو جانے کے بعد کیا ہمارے دانشوروں نے اتنا ہی جذبہ دکھایا اتنا ہی روں ادا کیا جو لڑائی سے وقت ادا کر رہے تھے، فیصلہ آپ خود کرئے۔ ہندستان صرف ایک ملک نہیں ایک بزرگ علم ہے، یہ ایک ویشال دش ہے۔ یہاں مختلف زبان مختلف تہذیب، مختلف رہن سہن مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں یہی رنگارنگی اس ملک کا حسن ہے۔ محبت میں نا آتفاقی ہوتی ہے لوگ اپس میں ٹرتے بھی ہیں لیکن جب ملک پر خطرہ

ہو سب ایک ہو جاتے ہیں۔ ابھی جو خطرہ ہے وہ بہت بڑا ہے، ہندستان کا دشمن باہر سے آکر ہمیں کم نقصہ ہے پہنچا سکتا ہے بڑا دشمن خود ہندستانی ہے جس سے زیادہ نقصان کافد شہ ہے آج ذات پات کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے افسوس کی بات ہے۔ یہ کہنا کہ جو نکل ہم اسی فیصلہ ہیں اسلئے میرا جو حق ہے پورے ہندستان ہیں ماننا ہی چاہتے یہ ہندستان کی عظمت کے خلاف ہے، وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم اسی فیصلہ کو ریپرینزنت کرتے ہیں تھیک نہیں ہے۔ اسی فیصلہ سے زیادہ لوگ ہندستانیت رکھنا چاہتے ہیں۔ اس ملک کو بڑھانا چاہتے ہیں۔ یہ دشیں ہمارے آپ کا ہے ہم سب کا ہے اس دشیں کی خدمت ہم نہ کریں تو کون کرے گا اس ملک کو ہم آگے نہ بڑھایں تو کون بڑھائے گا۔ کیا ہمارا فرض نہیں کہ دشیں کی خدمت کریں، دشیں کی خدمت بڑے اعزاز کی بات ہوتی ہے، دشیں کی خاطر مرنے والا مرزا نہیں بلکہ امر ہو جاتا ہے، بھلگت سنگھ، چند رشیکھ، آزاد اشفاق اللہ جنہوں نے دشیں کی خاطر اپنی جانیں دیں اور آج بھی زندہ ہیں۔ وہ جو شاعر، ادیب ہیں ان کے ہاتھ میں بڑی طاقت ہے وہ دل ہلا سکتے ہیں، رلا سکتے ہیں، قوم کو جگا سکتے ہیں، انہیں اراہ راست پر لا سکتے ہیں دشیں آپ سے کچھ منگ رہا ہے، ہم سے کچھ طلب کر رہا ہے ہم نہ دیں گے تو کون دے گا۔

پروفیسر

ہمارا خیال ہے نشنل انگریزین کی بات صحور دیں، اموشنل انگریزین کی بات کریں تو یہ خود ختم ہو جائے گا ہمارے ملک میں ابھی صحیح نیشنلزم کا تصور ابھرای ہمیں، اسکا اندازہ آپ یوم آزادی اور یوم جمہوریہ کے دن سکا سکتے ہیں کہ سوائے سرکاری مقامات کے کسی گھر پر توی جھنڈا آپ نہیں دیکھیں گے، حالانکہ یہی تو سبیل ہے ہمارے نیشنلزم کا، دوسرے ملکوں میں جائیں تو دیکھیں گے اس دن کیا جوش اور انگریزوں کو نکالنے کی طرف کچھ بھی نہیں، تو نیشنلزم تو یہاں ہے ہی نہیں، آزادی کی لڑائی میں ہمارا سارا فوس انگریزوں کو نکالنے کی طرف تھا نشنل انگریزین کا نہیں تھا، یہی وجہ ہے اپنے گھروں میں توی ہماروں میں نہ توی جھنڈے بھارتے ہیں نہ قومی ترکی اس جوش کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں جب ہندو ہندو سے ملے گا، مسلمان مسلمان سے ملے گا تو دوسرے اندازتے بات کرے گا، اپنے کاشت میں دل کھول کر بات کرے گا اور دوسروں کے سامنے دل میں کچھ رکھے گا، زبان سے کچھ کہے گا، ایسے ضرورت ہے کہ اداۓ رسم ملاقات کے لیے اپنوں کی طرح غیروں سے بھی بتائی جائے اور وہ جو گھر سے نکل کر دوسروں کے دل ٹوٹ لئے ہیں، انہیں اپنے ہی دل سے پہلے سوالات کرنے پاہیں۔ ذمہ نہ فساد میں اپنی سوچ کام کرتے ہیں، دراصل ہمارے درمیان ایک سائکلو جیکل، بیری پیدا ہو گیا ہے جس

مجبت سے ہم آپس میں ملتے تھے اب وہ بات نہیں رہی، ہندو مسلم ہی کیا ایک ذات کا دوسرا ذات سے بیرون رہتے ہیں؟ آپس میں دل کھول کر نہیں ملتے، دوسرے پر الزام دیتے ہیں پہلے اپنا دل بدنا چاہتے، انسانی فطرت کو جویں ہے کہ reciprocative دل کھول کر ملے گا تو دل کھول کر ملیں گے لوگ، ہندو مسلم کی بات آئے گی ہی نہیں، یہی جب تک نہیں ہوتا ہے تو اسی پر یہاں پہنچ جاتا ہے۔ انگریزوں نے ہندو مسلم کا جو ایجنس بنایا ہے اس ایجنس کو ٹوٹونے سے معلوم ہو گا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں ڈیافرق ہے اسکا علاج بچپن ہی سے کرنا ہے۔

ہارون ارشید

آج ہمارے ملک میں جو ماحول بن گیا ہے اسیں کتاب کی وقت پڑھ جاتی ہے، کتاب جو ہمیں اس دور کے پانچ سال کے پچے کی پیغمبر لاادی جاتی ہے، ہمیں دیکھتا ہے کون سی کتاب ان کے لیے مفید ہو سکتی ہے پچھے کا دن گیلے سمنٹ کی طرح ہوتا ہے جو چھاپ ایک بار پڑھ کی آخر وقت تک رہ جاتا ہے۔ ابھی بھاگلپور میں جو فساد بھڑک اٹھا ہے، ہمارے ایک رپورٹر ان سے سہما نے جاگلپور سے جو روٹ بھیجا ہے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں انہوں نے کھا ہے کہب وہ بھاگلپور اترے تو پاس کے کھیت سے چینخے کی آواز آئی، دیکھا کہ ایک گیارہ سال کا بچہ دو میں سال کے پچے کو کاٹ رہا ہے، کتنا شید نفرت کا جذبہ ہم نے سکھایا ہے۔ لیکن یہی نفرت کا یہ معیار بددگمانی کی یہ فضنا نہیں رہی ہوگی، جو ٹھیک سے کوئی بات نہیں کچھ کتا وہ تین سال کے بچوں کو ذبح کر رہا ہے، بچوں کے یہ ذہن نہ بنیں اسکی کوشش ہونی چاہیے۔ یہ در پڑھائی کا ہے، بچہ پڑھے تو کیا پڑھے کون سی کتاب پڑھے کیسی کتاب پڑھے اگر آپ انسانیت کے لیے ایک قدم آگے پڑھاتے ہیں تو وہ ہزار قدم کے برابر ہو گا۔ کیوں جمل رہا ہے ہمارا علاقہ، ایسی کون سی فصل تیار کرنی ہے جو فضنا میں زہر کھو لیجاتا ہے۔ میں اس سرز میں سے ہو کر آ رہا ہوں جہاں شدید حیوانیت اور شیطانیت رکھ کر رہی ہے آپ کے ساتھ میں اپنے آپ کو بھی ملزم گردانتا ہوں۔ اس دور میں بھی جب تک پڑھ لکھ کر کچھ زبان جائیں کچھ کر نہیں سکتے۔ وہ بوڑھا سر شید جو یہ کہہ کر چلا گیا "سرکاری نوکری میں آئے بغیر مال حل نہیں ہونگے" سرکاری نوکری میں آئے اور اپنے لوگوں کو نیضیاب کیجئے جمہوریت اسکی اجازت دیتی ہے۔ چند ماہ پہلے بجاح صاحب سے گفتگو ہوئی جو ایک بڑی صنعت کے مالک ہیں، انہوں نے بتایا ہزاروں درکس اس فیکٹری میں کام کرتے ہیں، اس میں اقلیت کا نسب ۵۰٪ ۵۵٪ ہے، ہم نے پوچھا اقلیت کے درکس اتنے کم کیوں ہیں، جواب دیا جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں کیونکہ یہاں ماحول کچھ عجیب ہے، وہاں اوم رکھ کر بھجن کا کرنال کی شروعات کرتے ہیں اس ماحول میں دوسرے لوگ کام نہیں کر سکتے۔ ہمارے یہاں ۹۶ فیصد سے زائد

صنعت اکثریت کے ہاتھ میں ہے اس طرح ہمارے پسے جائیں کہاں۔ ان حقائق کا سامنا کرنا ہوگا، شتر رنگ کی طرح ریت میں چونچے ڈالنے اور ڈرانگ روم کی سیاست سے کام نہیں چلے گا، ہمیں تعلیمی میدان میں آگے بڑھنا ہوگا اور دوسروں پر سبقت لے جانا ہوگا، یہی ایک راہ نجات ہے۔

بِدَيْتُ الدِّخَال

یہاری کی اہم وجہ یہ ہے کہ جو لوگ صحیح الہن ہیں وہ خاموش ہیں وہ اپنے ڈرانگ روم، اپنے گھروں میں میں وہ ہو کر رہ جاتے ہیں، یہ طبقہ سامنے آئے۔ حکیم کا نسخہ صحیح شام بہ پڑھتے ہی رہیں اور دوانہ کریں پرہیز نہ کریں تو نسخہ پڑھتے ہی رہ جائیں گے مرض کا اعلان نہیں ہو سکے گا آج بھی بڑی اکثریت جھگڑوں کے خلاف ہے، لکھنی باتیں کی جا رہی ہیں اس کے باوجود دن بدن ہم قدم بقدم خطرناک صورت حال کی طرف دش کو یہاں جائے ہیں۔ ذہن صاف کرنے کی بات ہے۔ ہمیں بھی اپنے ذہن کا سما سبہ کرنا ہے ہم کو شکش کریں کہ اس چین میں ہر رنگ کا چھول کھلدار ہے ایک مضبوط تحریک چلے، ٹولوں مکلوں میں ذہن کی صفائی ہو اگے کا راستہ بھی طے ہو۔ گفتگو بھی ہو لیکن عمل ضرور ہو، ہمیں چاہئے کہ ہم دش کو توارنے کے بجائے جوڑنے کی پیش قدمی کریں۔

ڈاکٹر احمد عبدالمحیٰ

آبادی کی اکثریت چاہتی ہے مل کر رہیں امن سے رہیں، اپنے کنڑ بوشن سے ملک کو آگے بڑھایں لیکن بہب فزاد بھر کی احساس ہے تو میکور سی سائلینٹ ہو جاتی ہے۔ ذکر کا تو زہن دھوکے ہے یہ مسلمان، یہ صرف بدعاش ہوتے ہیں وہ ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں۔ اس موقع پر حیرت ہے وہی لوگ جو ایک ساتھ اٹھے بیٹھتے ہیں ایسے ہو جلتے ہیں جیسے کبھی کی جان پہچان ہی نہیں۔ ایک رات مصلح پور (پہنچ) کے پاس کچھ بہنگامہ ہوا دنوں جانب سے نظرے بازی ہوئی، صبح ہوئی تو ہم وہاں گئے تقریباً میں اپنے دوست تر پاکھی اور سی دے ناراں ان سے ملنے کیا ہیں افسوس ہے کہ ہم لوگ اس ہنگامے میں نہیں آئے تو ہم چار ہی ادمی نکھیں گھوم جائیں چنانچہ ہم نیس آدمی ہاتھ میں ہاتھ ڈال مصلح پور محدث میں نکلے آگے چل کر ڈیڑھ بزار آدمی ہمارے ساتھ ہو گئے۔ اس ملک کو بہت بڑا ملک بنتا ہے سمجھی یہ ملک ٹراہو گا ورنہ جھوٹا ہوتے ہوتے ہے ایک دن دش ختم ہو جائے گا۔ ہماری ایک اسٹراؤنگ فیلنگ strong feeling یہ ہے کہ ولیم کنٹرینیز کے طرز پر جس طرح ڈیکھ کریں ہمارے یہاں چل رہی ہے شاید ہم اس میزان پر پورے نہیں اترتے اس میں کچھ تبدیلی لانی ہوگی۔

بھیں ایک دوسرے کے مذہب کو تجھنا چاہتے اسکی بڑی سخت ضرورت پر کیونکہ مسلمان ہندو دھرم کو اپنے طرح جانتا ہے اور نہ ہندو اسلام بذہب کو اس سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، اس کے ساتھ ایک خاص بات یہ ہے کہ آزادی کے بعد میری نسل آئی ہے اور وہ یہ تاریخ پر ہ کرائی ہے جو بہت ہی distorted ہے، اس میں ایک خاص ایج کو بہت خراب کر کے دکھایا گیا ہے اور ایک ایج کو کافی گلوریفائی کیا گیا ہے۔ ہم لوگوں کے جزیرش نے جتو این پر صلی بھی اسمیں یہ سب خرابیاں نہیں تھیں، ٹولریس جواہر پر کے جزیرش میں تھا وہ ان کے باں نہیں ہے، وہ کہتے ہیں فلاں ایسا تھا فلاں ایسا تھا، مغل ایسے تھے پھر ان ایسے تھے ان سب تاریخ میں ڈسٹروشن ہے، اس کے متعلق یہ ہے پہنانے پر کوشش ہونی چاہئے کہ تاریخی کتابوں سے ایسے غلط مواد کو ڈھونڈ کر نکالیں اور اسے دور کرنے کی کوشش کریں۔

ارونڈ گار

ہر دلکشی کی یہاں کوئی اکو ٹی نہیں ہے، سماج میں اکو ٹی کیسے آئے گی، ایمیٹ کلاس کی جوبات ہے، پولیٹیشن بیور و کریٹ کو توزیر ناپڑے گا، اکانومیک اسٹرکچر دیجیٹس تو ہم سو شکست زیادہ ہیں، پیٹلیست کم۔ وہ اپنی اکانومی نہ باندھیں تو ہم بھوکے رہ جائیں، پاریا منٹری ڈیکو ٹری کو بدلا نہیں جاسکتا، ہمارا جو طریقہ ہے قانون بنانے کا اس میں پریورتن کی ضرورت ہے، قانون لائگو کرنے کی مشینزی میں بھی پریورتن کی ضرورت ہے، امریکہ جیسے ڈولپڈ کنٹری میں جب قانون بنتے ہیں تو انٹریسٹ گروپ سے مشورہ لے دیا جاتا ہے کہ تمہارے لیے تافون بنارتے ہیں، ہم بھی انٹریسٹ کو مضبوط کریں۔ ہم لوگ ولیفیر اسٹیٹ میں رہ رہتے ہیں، ال فیراسٹ میں نہیں۔ ایڈمنسٹریشن پر اخلاقی اور نفسیاتی دباؤ ڈالنا ہی بہتر ہو گا کیونکہ دہ عوام کو جوابدہ نہیں ہیں بلکہ اپنے آنسروں کو جوابدہ ہیں، کیوں نہیں ہم اپنے عوامی نمائندے ام ال اے، ام ال پ کے ذریعہ دباؤ ڈالیں، وہ علامتے جہاں دنگے ہوتے ہیں ان علاقوں کاونگ ٹرم سو شوشن کے لیے مطالعہ ہونا چاہئے کیوں نہیں اس قسم کے حادثات کے لیے ان شورنس پایسی کی بات بھی احتیاط جائے۔

انشودیاں

اکثر کہا جاتا ہے کہ ایکشن کاری ایکشن ہوتا ہے، مگر ایکشن کہاں سے ہوا ۱۷۷۶ء کے پہلے یا ٹوارے کے سمتے کیا پاکستان یا بنگلہ دش میں ملٹی ریجیس قوم نہیں ہے وہاں اگر ایکشن ہوا تو ہی ایکشن میں ہندو راشٹر کا کیا جواب ہے؟ ہندو قوم میں برہزم ہے شوک کے لیے جس دھرم میں ریجڈنس ہے جیسے شاہ بانوکیس، کمال ترکی پاشا، پرسنل لائیں امنڈمنٹ ہوتے رہتے ہیں انسان نے کیا ہے، کوئی سوں کوڈ ہندستان میں نہیں، مولیٰ لائف میں

نہیں ہو گا لیکن پنل کوڈ تو سب پر لا گو ہے، شریعت چھرتے مار کر کہاں سزا دیتا ہے، جو ماتا ہے دھمی کرام ہے، طلاق دیا وہ بھی، جو یہ ہے کہ اس کے میدیا کا سادھن کس کے قبضہ میں ہے سب پر کیٹا زم حاوی ہے، جنگڑے کا صرف اکانوک پہلو ہے، ۲ اکتوبر نہ دستے پہلے پھر ٹیوشن کے لئے جنگڑتے تھے، بنیابقال کے یہاں جا کر ٹیوشن پڑھاتے گا، اسلام خطرہ میں ہے، ہندود صرم خطرہ میں ہے، پروگریسوگ یہ نہیں سمجھتے اور بلیف کی غلطی ہے، عقیدہ ایمان کی غلطی ہے، مذہب اپنے بلیف میں کڑا ہے جب تک صرم کے ریڈنس سے اوپر اٹھ کر ہم نہیں سوچیں گے تو کیونزم ہو گا، دنکے ہوں گے، ہندوسلم ہی نہیں بھو میہار راجپوت میں ذکا ہے کیا وہ مذہبی ذنگاتھا، سپرد ایکتا آخر کیا ہے، کیا اسے راجتی نے صنم دیا ہے، باذات پات نے سپرد ایکتا، ۲۰۰۰ سے پہلے تھی یا نہیں، اگر نہیں تو ویشووں، جدینیوں، بودھوں میں کیوں تھی، سپرد ایکتا نے نرکت سوت کیا ہیں، اس کے کون کون سورس رہے، جہاں تک اندر لا کانڈھی اہتیا میں ان دین اشیلی جنس کی ناکامی کی بات ہے، میں پوچھتا ہوں جب جون کنیدی کی ہتیا ہوئی اس وقت امریکن اشیلی جنس فیل ہوا یا نہیں، صرم کے معاملے میں سب ایک ہی بات سمجھتے ہیں ایک خدا کی بات ہے وہ فدا کیسا ہے، سب نور ہیں تو آخراً نا فرق کیوں ہے، ہی پی ام بیگال کے عہد میں ایک بھی دنکا نہیں ہوا سمجھے گر جتنے بھی صرم ہیں وہ کیونزم کو بکیوں مانتے ہیں، ایک پہلو اچھا مانتا ہوں جو کارل ماکس نے کہا ہے کہ مذہب عوام کے لیے افسون ہے۔ اب یہ محسوس کرنے کا وقت آگیا ہے کہ صرم کو فتن کر دیا جائے، کرشن نے جو پینما دیا وہ سنسکرت زبان میں تھا، گوتم بدھ پاپی میں بوئے، محمد صاحب عربی میں بوئے لیکن سب نے ایک ہی بات کہی، کل تک تو یہ ایک بھی بات تھی آج دو کیوں ہو گئی، یہ دش کے سامنے ٹراؤوال ہے۔ یہ ٹبری سازش ہے، پوچھنے سکتے ہی سے ہم اسکوں میں فرق کرتے ہیں، اگرہ میں تلو کے بھیتے ایک صرم استھان پر لوگ جوتا آتا کر جاتے ہیں میں دیوال باغ میں وہی لوگ جوتا پہن کر جاتے ہیں، بہت سی بات ایسی ہوتی ہے کہ *conscious* بن جاتا ہے لوگ صوب اسندیڈ ہو جاتے ہیں۔ طوفان آیا اور چلا گیا، طوفان آتا ہے تو درخت اکھڑ جاتے ہیں، محلات گر جاتے ہیں، کتنے انسان کتنے حیوان سر جاتے ہیں لیکن صرم کے نام پر جو مارکاٹ ہوتی ہے یہ شرم کی بات ہے، صرم تو پیار سکھا آتے آج وہی صرم والے مارتے ہیں یہ دش کے لیے کلنک ہے۔ ہم ایک دوسرے کی سنسکرتی اور سمو دانی میں سیکلت ہیں، بہت اچھی بات ہے یہ پہلے سے ہوتا بھی آیا ہے، میں نے لا بیریہ کی کنکٹ جو ہر ٹھہر مکے میں جنم لیا ہے، میرے محلے میں محروم کا پہلوان خلیفہ کوئی مسلمان نہیں ہمیشہ ہندو ہوتا ہے، یہ تعزیز یہ اور پر ہندو بھی اٹھاتا ہے آج تک کارکار ڈھبے، اس پر ایک آر سکل بھی نامزد آف انڈریا میں آیا تھا، اگلے محروم میں بھی یہی ہو گا

پر اٹھانے والا بھی ہندو اور اسکا خلیفہ ہیلوان بھی ہندو، ایک ہی کرم کی بات ہے، تھواڑ خوشی اور پرستائادن ہوتا ہے اس میں کسی دیوی دیوتا ایشوار اللہ کی اپاسنا نہیں ہوتی، یہ تو اپنے پن سے جڑا ہوتا ہے بھارت میں جتنے بھی تھواڑ ہیں سب کرشمی سے سنبھل ہوتے ہیں، کرشمی پر آدھارت ہیں جب کرشمی ہوگی، چل ہو گئے، فصل آئیں گے تو اسی پر تیوہار منادیا جاتا ہے تو اس کے لیے ایک سنکریک کرانٹی کی اوشنکتا ہے، کرانٹی کی اوشنکتا ہے کہ ایک دوسرے سے گھل مل سکیں ایک دوسرے کو جان سکیں، جب سب لوگ سیلیت ہو جائیں گے، پنج پر آجائیں گے، ایک دوسرے سے گھل مل جائیں گے تو ایک دوسرے کے رتی روابح کو ہم اپنایں گے۔ دنگے کی جوبات ہے، رام خشم بھوی باہری مسجد و یواد کے پہلے کیا دنگے نہیں ہوتے تھے دنگوں کے کارن کیا تھے دراصل ایسی ماں شکتا ہے جہاں بار بار حلپتی ہے اور ہو جاتا ہے ابھی انت ناگ میں اتنے دن تک کرنیکویں لگا ہے، یہ ماں شکتا ہے۔ سلام رشدی نے انگلینڈ میں کتاب تکھدی ادنگے حیدر آباد، بمبئی، کشمیر میں ہو گئے، کیوں ہوا، کیا روس میں مسلمان نہیں ہیں وہاں نہیں ہوا، مالدیپ میں نہیں ہوا، انڈونیشیا میں نہیں ہوا، اس ماں شکتا کو ہم کیسے بدیں اسکی تھی اسکے لئے جانے کی ضرورت ہے، اس میں چھوٹی چھوٹی باتیں پنج کرتی ہیں سب کو اس میں سیلیت ہونا چاہئے سپرد ایکتا کے اینک کارن ہیں، اپنے ساہتیہ پر جائے اس میں الپ سنکھیک شبد کی شمولیت نہیں ہوئی، یہ اسکا و کرنے کی پڑیں ہے، اس سے کھڑا آتی ہے اس کے اندر گوروگی بات نہیں آتی، یہ وجا جن کرنے کے لیے الپ سنکھیک کا شبد ہٹا دینا چاہتے، اس سے ایک پیچان بنارکھا ہے ہم نے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ہے، بجا گلپور کا دنگا جو بھی انک روپ میں ابھی ساختے ایسا اس میں دھرم بہت بڑا کارن ہے، دھرم، ربکین کو ہجہ نہیں دیتا، جو آتا یاد دھرم کے سندش میں سندیہ پیدا کر دیتا ہے وہ نشست ہو جاتا ہے، ادم حوا کی بات بھی عقیدے کی بات ہے، ایودھیا جانے کی بات، شیو سینا آراس اس، بالٹھا کرے، بالاجی دیورس ہٹ دھرم کے شکار ہو گئے ہیں، کچھ نے یہ بھی کہا ہے کہ اس مندر کے ایک کونے میں سیتا رسولی بناتی تھی۔ جہالت کی بات لوگ ٹرم پلان ہے شوٹ ٹرم نہیں، دھیرے دھیرے دور کیا جا سکتا ہے، نہ بہ کے بارے میں چرچ، نیرو، بات ہوتی ہے، اس کیونل رائٹ کو آپ کیا کہیں گے جب پاکستان میں مسلم مسلم میں رائٹ ہوا، ریڈریس آف ہند و ازم کو چلانے کی بات ہوئی، نعروں کا، رائٹ کا دراصل راجحتی کارن ہے، آر تھک کھاتی کارن ہے، بہت دھرم بھی آتا ہی کارن ہے اس میں مولی روپ سے ار تھک کی بات چھپی رہتی ہے، ستارے ساتھ ساتھ دولت یہی ار تھک چھپی رہتی ہے جیسے راجستھان میں کوئی مندر ہے جس کے مہنت کو اتنا چڑھا دا آلمہ ہے کونے سے ٹرک ٹرک بھی آتا ہے اس کے بیٹھے کی شادی

میں لاکھو لاکھ خرچ ہوا۔ ہر جنون کو مندر نہیں جانے دیا جاتا یہ بہت دھرمی ہے۔ آریوں کے زمانے میں جونفرہ رکا ساری دنیا کو آرین بنایا، شنکر اچاریہ ہندستان آئے، ناگا جوفونج ہے اس کے خلاف۔ درا اوریوں نے بودھ دھرم پر حملہ کیا مسٹھا جاڑ دیتے، پوچا بکبانا اور پیاری کیوں تم اپنے پاپ سے ڈرے ہوئے ہو اسی یہے تم انہیں کر رہے ہو دوسرا کے خلاف۔

علامہ اقبال کا ترانہ، چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا اور مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا۔ اس سے سچرا دیکھنا کی بوائی ہے۔ آج کی دنیا بہت سکرگئی ہے چند برسوں سے شیو سینا، باں ٹھاکرے، آریوں اس کی ترقی سے سچرا دیکھنا جیسا نک مہوجئی ہے۔ مسحوری کیون لزم بھاری ہو رہا ہے۔ دھرم تو سامنہ کی طرح ہے سامنہ کو مارنے کے لیے استعمال کریں یا فائدہ اٹھانے کے لیے۔ اصلی دھرم کہاں ہے اب تو نقل رہ گیا ہے۔ پہلے بھی بڑے بڑے دھارمک نیتا سمجھے جو کمیونل نہیں تھے اور کمیونل تھے۔ عام آدمی کیونل نہیں ہوتا، صحیح دھرم رائٹ نہیں کرتا اس میں دھارمک ترک نہیں آتے، رائٹ میں کچھ ایسے تتواءتے ہیں جسکا دھرم نہیں پیدا دینا نہیں مشلاً مسلمان تو ہمیشہ ہندو کا اللہ ہوتا ہے وغیرہ دھرم ایک سوچی ٹیوشن کی طرح کام کر رہا ہے اس کے کچھ لہنگشیں ہیں اسیں کنفلکٹ بھی ہے۔ آخر کمیونلزم کا *genesis* کیا ہے یہ *genesis* کہاں تک لے جاتا ہے۔ آج کل رائٹ میں وکل انوونٹ ہو جاتا ہے اپ جایں زجا یں آپ پر بھی بھگ کرے گا۔ جب دھرم کے نام پر دنگے ہوتے ہیں تو ہم رائٹ کی سنگادیتے ہیں وہی جب جنرل ہو جاتا ہے تو وہ جنیو سائیڈ ہو جاتا ہے۔

الکھ کار جھا

ایو دھیا میں رام شیلانیا س کے دن پینہ کے تمام اسکوں بند کر دیتے گئے اور ان بچوں کو یہ بتایا گیا کہ آج ہندو مسلمان کو اور مسلمان ہندو کو ماریں گے، یہ کتنا ہم مذاہے جو شخص خفیہ بچوں کے ذہن میں دالا گیا ہے۔ کل نوجہارت ٹائمز میں ایک خبر دیکھنے کو ملی کہ مسلم سپردائی کے لوگوں نے گاندھی میدان میں بھاگلپور میں قتل کیے گئے مسلم بھائیوں کے لیے نماز جنازہ پڑھی، یہ مجھ کو پڑھ کیا ہے، ابھی بات سمجھی سکو دای کے لوگوں کے لیے ہوئی تو اچھی بات ہوتی، ویوستھا کے ذریعہ ہیں صحیح بات نہیں بتائی جاتی اور جو دو شی ہے اسے سزا بھی نہیں دیا جاتا، مظفر پور میں ایکبار ہندو مسلم ملکدار ہو گیا تھا، فضل احمد صاحب ایس پی نے چوبیس کھنٹی سے اندر کر کر دل کر دیا، کہیں کچھ ہونے نہیں دیا تو نیت کی بات ہوتی ہے ابھی بتا جو لوگ ہیں ان پر وشواس نہیں ہے، دھرم جو کچھ ہو رہا ہے سب وہی کرتے ہیں، آج اور میکتا ہے کران غنڈوں، لفگوں کی راجح نیتی کو صاف کریں غرا جنتی استر پر سنگھن کی کمی ہے۔



ہم پیس کی باتیں کرتے ہیں مگر پیس ہرگز ممکن نہیں جب تک کہ ہمارے مانند میں پیس نہ ہو، وہ مانند جس میں شرارت اور فساد بھرا ہوا ہو، وہ مانند جس میں مایوسی ہو پہلے ایسے مانند کی صفائی ضروری ہے ورنہ وہ دشمن مانند کوئی پیس کی بات قبول نہیں کرے گا، ایشیوڈ میں تبدیلی کی ضرورت ہے، اسٹر کپر میں بھی تبدیلی کی ضرورت ہے اور مورل لینڈ ریپ ڈولپ کرنے کی اوشکتا ہے۔

ایوب سید

خدا جخش لا برسی کی نیتمان اور ذخیرے کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ کام آگے بڑھنا پا ہے۔ ہم اس خزینہ کو پورے ہندستان میں پھیلا سکتے ہیں کیونکی یہ کر سکتے ہیں، اس سے دوسروں کو بتا سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے اس ملک کو کیا کچھ دیا ہے مخلوط تہذیب بنانے میں، موسیقی میں، تھنکنگ میں پر حائل لکھائی ہیں۔ ہمارے کنٹری یونیورسٹی سے ملے ہیں صرف دونیصد لوگوں کوہی معلوم ہے اگر ہمارا کیونکیشن فعال رہے تو نفرت نہیں بنتے گی ذہنی صاف ہو گا۔ جاگلپور میں جو کچھ ہوا افسوسناک ہوا۔ ہم جو جان دیتے ہیں، ایمان دیتے ہیں، پسند اور ہزار لوگوں کا قتل آسان نہیں ہے۔ وہاں جو قتل عام ہوا ہے ہم اس سے برداشت نہیں کر سکتے۔ اس قتل عام نے یہ بتایا کہ ملک نے اب تک ہیں قبول نہیں کیا ہے یہ ملک ہمارا ہے، ہم اس سے حجور بھی نہیں سکتے۔ ہندوؤں کے ساتھ مل کر کس طرح ہم اس قتل کو روک سکتے ہیں، اہر سال بدتر سے بدتر واقعات ہو رہے ہیں، میرٹھ دیکھ کر ہم مراداً بادھوں جاتے ہیں، جاگلپور دیکھ کر میرٹھ بھوپول جاتے ہیں۔ وہ میرٹھ کے غریب بنکر جو خوبصورت پتھرے بنتے ہیں، خوبصورت چوریاں بناتے ہیں وہ دست کار مسلمان جو اپنی دستکاری سے اس ملک کو خوبصورت بناتے ہیں، آخر ہمارا گناہ کیا ہے جو ہیں قتل کیا جاتا ہے، ہماری سیکورٹی آف لاکٹ کیا ہے۔

پرسوں ایودھیا گیا، بابری مسجد کے اندر بھی گیا، وہاں کے چیف پیاری لال داس سے ملاقات ہوئی، میں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں مسلمان ہوں میرزا نام فلال ہے انہوں نے ٹرے اعزاز ڈبری محبت سے استقبال کیا، الگ اپنے مکان لے گئے ان سے موجودہ حالات پر کافی گفتگو ہوئی، انہوں نے فرمایا جو کچھ ہو رہا ہے وہ غلط ہے۔ ہندو دھرم کسی کی زمین پر قبضہ نہیں سکھاتا، نفرت نہیں سکھاتا، مسجد توڑ کر مندر بنانا نہیں سکھاتا، بھرگ ک دل اور شیو مینا والی یہ سب کچھ کر رہے ہیں، جب تک میں اس زمین پر ہوں مندر بنانے نہیں دوں گا۔ شیلانی اس جہاں کیا گیا ہے وہ ادھار مک ہے وہاں مندر نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ اکھاڑہ کی زمین ہے اور جس کی زمین ہے اس نے مندر

بٹانے کی اجازت نہیں دی ہے، دوسری بات یہ کہ شیلا نیساں جس جگہ ہوا وہ پیش اب خانہ ہے کھدائی پر وہ زین قبر کی نکل آئی اس میں سے قبر کی ہڈیاں نکلی ہیں۔ اس مہنت نے یہ بھی بتایا کہ اس گڑھ کے اندر ہندو مسلم سکھ یعنی کوئی بھی آسکا ہے۔ باہر سی سجد رام حبیم بھجوہی کافی صد فیض آباد اور ایودھیا کے لوگ مل کر کریں گے، ہندو مسلم بیٹھ کر کریں گے، اُراس اس، وشوہندر پریش دا اور بھرنگ دل والوں کو اس سے فیصلہ کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

ایودھیا میں چار ہزار مندر اور چھ سو مسجد ہیں۔ ایودھیا کا سب سے بڑا مندر رمندر بھون ہے جہاں رام جی آئے تھے وہاں پلے تھے ٹپڑھے تھے، اس مندر کی چابی میر عثمان احمد کے باس ہے جو مسلمان ہیں، وہ پچاس سال سے اس مندر کو صبح کھو تے اور شام بند کرتے ہیں ان کی اسی سال عمر بہت پانچ سال پہلے جب میر عثمان بیمار پڑے اور انہیں خون کی ضرورت پڑی تو مہماں گڑھ کے ایک مہنت نے اپنا خون دے کر ان کی بیان بی پائی، اس مسلمان کی رگوں میں ایک ہندو کا خون دُور رہا ہے، اُج کیا ہو گیا ہے، کیا ہو رہا ہے اس ملک میں ایودھیا ہی میں ایک اور مندر ہے بڑا پرانا مندر، اسی میں روز شام کوشہنا ای بیانی جاتی ہے اور شہنا ای بیانے والا مسلمان ہے ایک روز وہ بخار پڑ گئے شہنا ای نہیں بج سکی تو اس مندر میں پوجا ہیں ہوئی، تین سو سال سے اسی مسلمان کا فائدان شہنا ای پیدا چلا آ رہا ہے۔ لال داس نے کہا ایودھیا کے اندر کسی مسلمان کو پریشان ہونے ہوئے میں نہیں دیکھ سکتا اور نہ کوئی شخص ایودھیا میں کسی مسلمان پر ہاتھ اٹھا سکتا ہے ورنہ اس اسی پر ہاتھ اٹھایا جائے گا۔ ہندو مذہب پر جو یقین رکھتا ہے وہ بھی ایسا نہیں کر سکتا اخوض سب ہندو اور بھی مسلمان برے نہیں ہوتے اکثریت اچھے لوگوں کی ہے۔ اب کوئی کمیونٹ رائٹ نہیں ہوتا بلکہ نسل کشی ہوتی ہے۔ ہمیں مخلوط پوس کا نظم کرنا پڑے گا اور جب تک پوس فورس میں اقلیتوں کی بجائی نہیں ہوگی ہم مصادر پر کنٹرول نہیں کر سکتے۔

مسنوبھارتی

ہم کچھ کرنہیں پاتے ہیں، ہم آپس میں سوچنے کے لیے بھی اس طرح کی میٹنگ ضروری ہے۔ پڑی کی انتراکشن کی ہے۔ اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے محلے میں اس طرح کی میٹنگ ضرور کریں۔ فیکٹس سے لوگوں کو باخبر کریں۔ راجنم بھوی کے مسئلے میں فیکٹس تابوں اور میگزینوں کے پنوں میں رہ گئے عوام تک نہیں آئے کہ حقیقت کیا ہے۔ اسے چھوڑ چھوٹے پھلفٹ کی شکل میں عام کیا جائے۔ میڈیا کاروں بھی ادھر خراب رہا، نوجہارت ٹائمز اور آج کی سرخیوں نے جذبات کو اور بھر کایا ہے۔ اس طرح کی افس کا ہم گھیراؤ کریں۔ ینگر جنزیشن بھی کنفیوژن ڈبے، یا اسی پارٹیاں نوجوانوں کو اسپلائٹ کرتی ہیں، نوجوانوں کو بھی جگانا ضروری ہے۔ ڈیمو کریں پر جب ہم وشواش کرتے ہیں تو اپنے دومنگ رائٹ کو نہیں چھوڑنا چاہئے اس کے لیے ماحول تیار کریں۔

ڈاکٹر یونسخوب پادھیاے

آج جو کچھ ہو رہا ہے یہ آں انڈیا نینو مینا نہیں ہے یہ رحل نینو مینا ہے، اس قسم کا ذنگا بگال میں کیوں نہیں ہوتا۔ مذہب برائیں ہوتا مذہب کی غلط تعبیر کرنے والے غلط عمل کرنے والے برے ہوتے ہیں۔ ہر دھرم امن و شانستی کا پیغام دیتا ہے، محنت، بھائی چارگی، اتحاد کا سبق دیتا ہے۔ سچ تو یہ کہ اسلام کے ماننے والے اسلام کے احکام پر صحیح طور پر کاربنہ نہیں اور زہند و دھرم والے اپنے دھرم کے سچے پیر وہیں اپنے اپنے دھرم پر ہر شخص سچائی کے ساتھ عمل کرتا رہے تو یہ جنگ و جدال، فتنہ و فساد اس پیمانے پر نہ ہو۔ ہیں تو مل جل کر ایک ساتھ رہنا ہے، ہم جائیں گے کہاں۔ ہم فیصلہ کر لیں کہ راست نہیں ہونے دیں گے، ہم ایک ساتھ مل جل کر رہنا سیکھیں، ایک ساتھ نہیں بول کر جینا سیکھیں، ملک کو مذہب سے بالاتر ہونا چاہئے۔ معصیت یہ ہے کہ کر پشن، برائی دھرم کے اندر را گئی ہے، سیاسی لوگ مذہب کو سیاست سے جوڑ رہے ہیں اسی کو انہوں نے قومی علاقائی اور انفرادی شناخت بنایا ہے۔ اب ہم اس کے لیے انفرادی اور اجتماعی طور پر سوچنا ہے کہ آگے کیا کریں، ہم اپنے پیغام کو عام کریں، اپنے عمل کو تیز کریں اور پورے دشیں میں بھائی چارگی اور قومی یکجہتی کی خدا آنام کریں پاریسا منٹری ڈیموسی ہی ملک کے لیے واحد ذریعہ نلاح ہے، یہ کیوناں ذنگے اپنے محلے اپنے علاقے کے لوگوں کے ذریعہ ہی روکے جاسکتے ہیں

مسنون ڈاکٹر یونسخوب پادھیاے

کوئی مذہب دوسرے کو دکھانے نہیں سکھاتا، بلکہ اپس میں محبت اور میل جوں سکھاتا ہے۔ یہ ساری دشمنی عداوت، ذنگا فساد دراصل پادر کے حصول کے لیے ہے مسلمان ہیں دہ دہ پا اور رچا ہتا ہے اقتدار چاہتا ہے۔ ہر ادمی کے حقوق کا خیال رکھنا چاہئے۔ پر دیپ رائے

ہنسا صرف ہنا ہے یہ نہ ہندو کے خلاف ہوتی ہے نہ مسلمان کے خلاف، یہ تو انسانیت کے خلاف ہوتی ہے۔ دنیا میں دو سچے ہے ہر ہات کے لیے ایک ہی چیز ایک کے لیے ہنا ہے تو دوسرے کے لیے انسا اور دونوں کے لیے دونوں کو دلیلیں مل جاتی ہیں۔

پرنسپ مکھر جی

قومی یکجہتی کی سب سے اچھی مثال پنہ سیٹی ہے جہاں مسجد اور مندر ایک ہی جگہ ساتھ ساتھ ہیں اور دونوں جماعت میں کسی کوئی جعلکر اخلاف نہیں ہوتا۔ لوگوں کا ایک سکشنا ہے جو اپنے آپ کو انہیں

تصور کرتا ہے ورنہ آزادی کے بعد ہم میں سے کوئی یہ نہیں سوچتا کہ وہ ہندستانی ہے جب انکشن آتا ہے تو یگانگت کے تمام بندھن تھوڑ کر کا سٹ کلاس مدرسہ کو بنیاد بنا لیتا ہے اور ہم صحیح کا سٹ کلاس، ریلمجین کو دوڑ دیتے ہیں ایسا کیوں؟ یہ بیع کسر نے بیویا، روونگ پارٹی اس کے لیے ڈائرکٹ ذمہ دار ہے وہ بہاری، مدرسی، بنگالی، کاشمیری یہ علاقائی توڑ، اتنا ہی نہیں ہر علاقے میں آنک اگ کشناں ہیں سیاحی، بھوپوری بیدعنی چھتری راجوت، یادو، شیعی، عرض طرح طرح کے فرقے اس ملک میں پیدا ہو گئے ہیں کوئی اب ہندستانی نہیں رہا بلکہ اپنے اپنے محدود دائرے کی علامت بن کر رہا گیا ہے، آخر ڈوینن یہ تفریق کیوں؟ خود ہمارے پیام بیک ورڈ فور ورڈ، ہر یمن آدیبا سی کی باتیں کرتے ہیں جب ملک میں یہ تفریق ہو تو پیغمبر یوسف زم کہاں باقی رہی، اسی طرح میں برا فیصل کرتا ہوں۔ جب مأنور یسیز کا فقط کوئی استعمال کرتا ہے یہ مأنوریٰ میجوریٰ کی بات کیا، سب ہندستانی ہیں کوئی اقلیت یا اکثریٰ نہیں ہے، پہلے یہ بھید بھاؤ نہیں تھا، اس ملک میں سب مل جل کر رہتے تھے۔ اس ملک کی ایک پرانی روایت اور رواداری تھی ایک ٹریڈ شن اور کنو نشن تھا ہمارے ایک مسلم دوست ہر سال بقدر عیند ہیں ایک ران مجھے ضرور بھیجتے ہیں یہ بھائی پارگی آج بھی باقی ہے یہی اتحاد لانا ہے، کوئی یعنی نہیں ہے کوئی کسی کا شمن یا مناف نہیں ہے سب اپس میں دوست ہیں اس کے لیے ہیں کوئی موڑ اقدام کرنا ہو گا خواہ وہ جلسہ جلوس کی شکل میں ہو یا کوئی اور شکل ہو۔

پنکج سخنا

یہیں اس بات سے آفاق ہے کہ ہندوؤں کو مسلم نام شامل کرنا چاہیے، انسلیشن کو سویکار کرنا ہی ہو گا، ہندو یا مسلم ناگر ک اپنے نام میں آگے بچھے کچھ جوڑ سکتے ہیں جیسے محمد الوک کھارنہا، نینی تال میں ایک دوست ہیں جوزف محمد، اسی طرح رام اقبال رائے، رام اقبال سنگھ بھی میں گے، اپسی میں جوں، رشتے ناطے، شادی بیاہ کیوں بڑھا وادینا ہو کا تمہی نفترت دور ہو سکتی ہے۔

تیرنیز احمد

مس ریپرنسٹیشن آف ہسٹری مکیونلزم کے لیے ذمہ دار ہے، بنارس کی مسجد اور مندر کے سلسلے میں غور کرنا ہو گا، اس وقت وہاں کے حالات کیا تھے، آج گزر کرتے تھے وہ لوگ لوٹ ھسوٹ کرتے تھے، پیٹا کرتے تھے، ان پر پیشہ بک کر دیا کرتے تھے، اور نگ ریب کوشکایت ہنچی تو سول ڈریس میں وہ خود پہنچے اور شکایت درست پایا، انہوں نے فوراً فورس بلوایا، ان لوگوں کو ایکسٹ کیا، پوس چوکی بنوادی، ہندو مسلمان دونوں اربے مسلمانوں کے لیے مسئلہ تھا کہ نماز کہاں پر صیغی، انہوں نے مندر کے نفل میں مسجد تعمیر کر دی تاکہ مندر کے لوگ مسجد پر اور مسجد

کے لوگ مندر پر نظر رکھیں، اسی طرح قطب مینار کی مسجد، قوت الاسلام کی مسجد۔ ہماری کو
انecdote نہیں کرنا چاہئے، میڈیول پر ٹڈیں دنیا بھر میں کہیں بھی دوسرے مذہب پر ایک ہوئے ہیں تو آج اسکا بھار ہم پر
کیوں؟ اسکا ایک ہی مقصد ہے ووٹ اکٹھا کرنا، اسی نے ملک کو توڑا ہے۔

جب اور یہ عالم

ہندوؤں میں بھی اچھے لوگ ہیں، انہیں بھی مسلمانوں سے ہمدردی ہے، جب فساد کا دور حیل رہا تھا تو
میرے ہندو ساتھیوں نے کہا تم ہمارے یہاں چلے اُزیادہ سیف رہو گے، میں نے مذاق سے کہا، نہیں بھائی کیا پتہ
کہیں تمہاری بھی نظر بدل جائے، اس نے وشواس دلایا میں اپنی جان پر کھیل کر تمہیں بپاؤں گا تمہاری خلافت کروں گا۔
بہت سارے ہندو بھائی ایسے ہیں، ہمارے پاریمانٹ ہیں جو یہاں رہیں وہ سیکولرزم کی بات کرتے ہیں مگر پانچ فیصد
سے زیادہ سیکولر ہونے کے یوگ نہیں اور جب تک ان لوگوں کو ہٹا کر اسلام پر کھیل لے گوں کو نہیں لایا جاتا سیکولرزم
آئے گی جی نہیں عوام میں سیکولر ذہنیت لانے کے لیے سکول کالج یا کسی طرح کا ادارہ ہو جہاں سیکولرزم کی تربیت دی جائے۔

کامر ڈی جدیب الرحمن

ہندوؤں کی بہر زم بگس پر چار ہے، ذات پات کے مذہب نے پانچ بذریبوں سے اپنے نیچے کے لوگوں کو
دلت ولست ناکر رکھا ہے، کیا وہ ہر چنوں کو ذلیل نہیں کرتے؟ یہ ہمیومن زم بہر زم کی بھی بات نہیں، اندھو جوں کی بات
نہیں، ایکو کی بات ہوتی ہے، ایسا ہی قوموں اور فرقتوں کا ایکو ہوتا ہے نفرت پھیلا کر اسلام سے اچھا کوئی مذہب نہیں
ہے، اس سے زیادہ کوئی شر پیدا کرنے والا نہیں یعنی بھی، ہندو بھی۔ مذہب اور ذات کا جو گروپ ایکو ہے نفرت کی بنیاد
پیدا کرتا ہے اسیلے اگر مذہب کو ہمیومنائز نہیں کیا مختلط ایکو کو نہیں توڑا تو جنگ ہوتی ہی رہے گی چاہے ہندو مسلم
ہر بھجن، راجپوت، شیعہ سنی کی جنگ ہو، یہ نفرت پھیلا تا ہے۔ ۲۹ء سے بعد ٹراڈ یوائیڈ آیا، ڈیموکریسی کو ایک خاندان
نے مونو بلاائز کی، اندرانیے یہ طریقہ اپنایا، اس طرح حساب کرو کر ہمارے خاندان سے حکومت نکلے، بندی سے دونوں بیٹھنا کارہے۔
جمہوریت میں جہاں معادیہ کی حکومت کی بات آئی وہاں کر بلہ اور جسین کی شہادت بھی ہوگی، کانگریس میں
بھی اندر سے زیادہ گناہکار اس دور میں کوئی نہیں، راجیو تو اندر اجیسی بھی عقل نہیں رکھتا، رکھتا میں کانگریس میں
کی اپنی لڑائی ہوئی جس سے پل متسابھے، نیا پانی آتا ہے روک دیتے ہیں، ہم آخری خاندان ہیں آخری حکومت
بھی ہماری ہوئی پاہتے، تازہ پانی نہیں آتا ہے تو پانی میں سڑاند پیدا ہوتا ہے، اندر، بخے نے پانی میں جو سڑاند پیدا
کی وہ تم صحافت رہتے ہیں، ہمارے ملک میں آج بھی کیسلزم کا دور دورہ ہے، اسی اکانوی نے طبقات کی نئی روشن

پیش کے نئے پوائنٹ پیدا کیے، برلا کی آمدی، ۵ کروڑ تھی آج، اور اب تواریخ کھرب کی بات ہے جو اہرال
نہرو کے راج میں بھی پاریامنٹ کے قیس براں برلا کی روشنی کھاتے دیتے تھے، ان کے پیروں پر رہتے تھے، اس نے
لوبیاں پیدا کی ٹائی، برلا، وردی پہن کر منٹر بن کر، پھر افشار کی ایک نئی لابی پیدا ہوئی، سرچ لائٹ برلا کی استیشن میں
ٹائی خریدا، اسی طرح انڈین اسپریس، ہندستان نامزد، مائنٹر اف انڈیا وغیرہ، اب پبلک اوپنی مونوپولائز
کرنا شروع کیا، رائٹ میں شیو سینا، بالٹھا کرے آگے آئے، انہوں نے جنلزم کو جگایا، یہ جنلزم، کیونلزم، کمنلائز
اور کمیونلائز شیں آف انڈین پولیسیس ہے۔ اس طرح یا تو ملک حضبوٹی سے نیڈرل ملک بننے کا ایمان پنجاب
لئکا بن جائے گا۔ مذہب کو جتنا پرنسپل انڈر کر کے رکھا جائے اتنا ہی اچھا ہے آپ کا مذہب گھر پر، سرک پر سماج کا
نظم۔ مذہب کو سرک پر زلاتے یونیفورم سول کوڈ نہیں بن سکتا۔

ڈاکٹر حسن احمد

کیونٹی یا کیونل نیلگ، ہندستان میں اس کے معنی برے ہوتے ہیں مگر بذاتِ خود یہ برے معنی میں نہیں،
۱۹۴۵ء میں دستور بننا جو بہت اچھا تھا اگر پاریامنٹری ڈیموکریسی کو صحیح طور پر نافذ نہیں کیا گیا، کنفلکٹ ہر سوسائٹی میں رہا
ہے۔ آنٹائن نے پہنچ طور پر اس زمانے کے لوگوں کو ختم کیا، اس نے سکمن فرائد کو خط لکھا جس کے جواب میں
سکن نے کہا۔ It is an instinctual urge



رطائی تو ہوگی ہی مگر کنفلکٹ کے کم کیا جا سکتا ہے۔ اس طرفے کہا تھا کہ Distributive Justice میں ضروری ہے۔
لڑائی اس لیے ہوتی ہے جو لوگ برابر سمجھتے ہیں انہیں کم ملتا ہے وہ چاہتے ہیں سسم کو بدال درستی وجہ سے کم مل رہا ہے
اور جو سمجھتا ہے ہم بہتر ہیں وہ بھی چاہتا ہے بدال جائیں۔ اگر سوسائٹی میں پارادی برابر ہوں تو Kingship کو بھی
کرو، آفس ہوا سے بھی رو تیٹ کر دو تاکہ کوئی مستفید ہو سکے، سماج میں جو deprived ہو گا وہ
تبديل کی کوشش نہیں کرتا، crush کرنے کی وجہ سے بہت پریشانیاں سماج میں آجائی ہیں، ایک ڈکٹر کے بعد
دوسراء ڈکٹر آجائے گا، اس لیے زیادہ تر ملکوں میں جمہوری حکومت پائی جانے لگی ہے۔ ڈیموکریٹک گورنمنٹ پائیدار
گورنمنٹ ہوتی ہے بہتر ہی ہے کہ دبا کر نہیں satisfy کر کے حکومت چلائی جائے۔ آج رومانیہ میں جو ہوا دوسرا
جگہ ہوا، خرا یک جگہ سے دوسری جگہ چلنے سے بھی نو و منٹ دوسری جگہ شروع ہو جاتی ہے پارٹیسپری ڈیموکریسی ہی
اس وقت سب سے زیادہ ہوزوں ہے مسلمانوں کو پارٹی پیپل کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ ایک سرکار پر نہ دست

کے زمانے میں نسلاتھا کر مسلمانوں کو پوس میں نہیں بو، اس کے نتیجے میں گیپ بڑھتا جا رہا ہے، دو قسم کی زندگی ہو گئی ہے پیش بڑھ گیا ہے۔ اگر مسلمانوں کو محی آبادی کے لحاظ سے پوس میں تحسیل میں گراس روٹ سے بھی اوپر بھی حق ملتا تو یہ confrontation نہیں ہوتا یہ گراس روٹ سولوشن ہوتا، جب سب ساتھ مل کر کام کرتے ہیں تو دوستی بنتی ہے اور کام بھی انہی دوستی کی وجہ سے ہوتا ہے اگر اس روٹ سولوشن بھی ہے کروگوں کو ایک ساتھ کام کرنے کا موقع دیا جائے اور دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا پوٹیکل کچرا تپھورڈ ہے اس کے برخلاف ہندوؤں کا تپھورڈ ہے یونچے بینا دبنتی ہے تعلیم کی اسی کے اور عمارت قائم ہوتی ہے سیاسی تنظیم یا گورنمنٹ کی کوئی ٹیوشن کی، جاپان، جرسن یا اٹلی کو توڑ دیا گیا مگر ان کے یہاں انفراسٹرکچر موجود تھا تعلیم موجود تھی تربیت موجود تھی، یہ جب موجود رہتا ہے تو سیاسی ڈھانچہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جرسن نے اپنے آپ کو کھڑا کیا، دوسری جنگ عظیم کے بعد نصف سیاسی بلکہ معاشی ڈھانچہ بھی اور مضبوط ہو گیا، دوسری جنگ جہاں تعلیم نہیں تھی صرف فخر رے تھے وہاں صرف سیاسی آزادی دے دی گئی اور وہاں اس طرح توڑ پھوڑ کر رکھا کہ عام آدمی کو کچھ نہ مل سکا، بنگلہ دیش، پاکستان، عراق، افریقہ وغیرہ، اگر کچھ نونڈشن نہیں ہے تو پوٹیکل اسٹرکچر بھی پائیدار نہیں ہوتا مسلمانوں نے بھی تعلیمی اہمیت پر زیادہ زور نہیں دیا، سر سید کے تعلیمی نظام کا خواب بھی ادھورا رہا، یونچے کا حصہ کٹ کر رہ گیا اور کا حصہ صرف بڑھا سر سید کا مقصد تھا کہ اسکوں گاؤں گاؤں گلی گلی میں پھیلے، لیکن یہ توجہ ہمارے یہاں نہیں ہے اسکی وجہ کہ سیاست بھی جذباتی اور بلا مقصد ہو کر رہ گئی ہے اس تعلیم و تربیت کی اہمیت کو ہمارے ہناؤں نے محسوس نہیں کیا، نہ ہم کو زور دیا کہ ہم کو میں اسٹریم میں شامل ہونا ہے۔ ہندستان کے مسلمانوں کو دکانداری بھی کرنی نہیں آتی اس طرح بات کرتے ہیں جو ایک دکاندار کے یہی موزوں نہیں، ایڈمنیسٹریشن میں ایک حد تک وہ ریز نیبل رہتا ہے، ایک تو اپنے ولیوز ہیں حرام اور حلال، دوسرے ڈر ہے وہ جانتا ہے کوئی پورٹ کرنے والا نہیں ہے، اگر ہم رول ہوتے تو پالیسی بناتے، ایک حد تک ان بوگوں کو پارٹیسپیٹ کرنے دیتے، اسی ہار مونی اتنی نہیں ٹوٹتی، مگر یہ مکر ہے ہونا ضروری نہیں، یہ ضروری نہیں کہ کیونکہ نرم بڑھنے سے ہندستان کا نقصان ہے ہندستان آج بہت ترقی کر گیا ہے، ہنگالوجی میں یہاں کی مشینری چیلو سلو ایکم تک جا رہی ہے۔ ہندوؤں کی سمجھدار لیڈر شپ رہی ہے ہندستان میں وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں سے مل کر کام کیا ہے ہندستان میں تک جی گھاندھی جی، نہرو، جناح وغیرہ یہ اکیلے نہیں کام کرتے تھے ان کے اور حکیما جمل اور دوسرے مسلمانوں کا کافی اثر تھا، وہ جانتے تھے زیادہ اچھا ہے دونوں کے یہی کسی ایک کو کاشت پیس کر رکھا جائے پوٹکس کے کئی راستے ہیں

ایک راستہ دھبی ہے جو مہارا شر کی ایک پارٹی کا ہے، ایک راستہ کا نگرس کا بھی ہے ایک راستہ نئی پارٹی کا بھی ہے، دوسرے بہت سے جھگڑے ہیں، ریزروشن کا، کاست کا جھگڑا، مگر یہاں کی تعلیم کچھ ایسی رہی ہے جب ہندو مسلم جھگڑے کو اگے بڑھا دیا جاتا ہے دوسری سب چیزوں پر بھی رہ جاتی ہیں۔ مومن بیٹن کی تجویز کو مفتوح میں مان لیا دہ کا نگرس جس نے پارٹیشن آف بیکال کو نہیں مانا، وہ جب دیواریا تو سب پر بھی چلے گئے، ہندستان کے لوگ انگریزوں کی طرح ہندو دماغ کے ہیں نہیں، یہ جذباتی ہیں۔ جذبات میں سب چیز پر بھی مُرجاتی ہے۔ یہ انسا بڑا پارٹیشن ہوا، ریفرنڈم تو ہوا نہیں، بعد میں جنرل بادی میں رکھ دیا گیا شکاگو میں شہر، شہر میں سب سے بڑے رائٹ ہوئے، خراپی بلیک یونکنے دکانیں بوٹ لی، پوس سے بھی لڑپرے، کافی نقصان ہوا، پندرہ دن کے بعد رپورٹ آئی بلیک یونکنے دکانیں بوٹ لی، پوس سے بھی لڑپرے، کافی نقصان ہوا۔ عام طور پر ہندو مسلم کمیونل نہیں ہے، ضروری ہے کہ پوس کیونل نہ ہو۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ پوس اور بیور و کریمی کو ڈیکو کریا نہیں کیا گیا، اس پی او روکل پوس کا پہنچنٹ لوکل بوڈنیز سے ملنا چاہئے اور وہ لوکل بوڈنیز زندہ ہو۔ ریزروشن کی جوبات ہے وہ محروم دمت کے لیے کیا جا سکتا ہے، پس کار استہ بجھایا جا سکتا ہے۔

خورشید عالم خال

آج جو سمادیش میں ہے وہ پریم ہی سے قابو بایا جا سکتا ہے، دش میں بہت سارے دھرم میں ہندو پر کے لیے گیتا، رامان مسلمانوں کے لیے قرآن، میسا یوں کے لیے باسیل، سمجھی دھرموں کا ایک بڑی بکھھ ہے پریم اور پریم ہی سے ہم کمیونلزدم پر کنٹرول کر سکتے ہیں۔



○ — سینا را اور لکھروں سے کوئی نادرہ نہیں ہو گا، کرنے کا کام تو یہ ہے کہ دانشوروں کی ایک ٹیم بنے، کوئی گھٹن ہو، کوئی تنظیم ہو وہ ان علاقوں کا دورہ کرے جہاں فساد ہوئے ہیں، جہاں انسانیت کے خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے وہاں کسی ہندو کسی مسلمان کی موت نہیں بلکہ انسانیت کی موت ہو رہی ہے اور رفتہ رفتہ یہ اس طرح جڑ پکڑ رہی ہے کہ ہمارے existence پر خطرہ لا جتی ہو گیا ہے۔ دراصل اسلام کو عالم لوگوں سے بالکل الگ ہیں، وہ کاؤں کاؤں گھر میں اور جس طرح ڈراما کرتے ہیں اس طرح کام کریں۔

دو بے جی

کسی انسان کی زندگی کے لیے لاکھ روپیہ کچھ نہیں ہے، یہ ایک عارضی امداد ہے، کیا وجود ہے ان روپیوں

کا اس زندگی کے سامنے بھاگلپور میں جو کچھ ہوا، بہت برا ہوا، لوک سبھا کا چنا و ہوگا، اگر چنا و کاعلان نہیں ہوتا تو کسی بھی نہیں ہو آیہ آگ بگائی گئی ہے کیسے دوٹ کو تخریج کر دو، اس وقت دل ایمان سامنے رکھ کر ہم بتائیں کہ ان مظلوموں کی دادرسی اور بازآباد کاری کے لیے اب تک کیا کنسٹرینٹ پیوٹ کر سکے ہیں؟۔

ذکری وارثی

ہم سہیشہ دوسروں کے بارے میں سوچتے ہیں اپنے بارے میں کوئی سوچا ہی نہیں، اردو صحفات کا بھی اثر ہے، ہمارے اندر بھی احساس پیدا ہو منصفانہ حق نہیں ملا، ہر زماں کی کوئی سمجھتا ہے اس کا حق لطف ہوا ہے، یہ نہیں اور بھی اسباب ہیں، سوال ہے co-existence کا اس کے لیے ضروری ہے ہم اپنے اندر کو الٰہی نکل کر چوڑا ہوں پر آئے، کیونٹی میں کیونیشن گیر پر دور کرنا ضروری ہے۔

ذکریہ مشہدی

ہم جو یہاں لفڑکو کر رہے ہیں ان چیزوں کو عوام تک اور نیم تعلیم یافتہ لوگوں تک کیسے لے جائیں جب تک اسریت انڈر استینڈنگ نہ ہو، اسٹریٹ تھنکنگ نہ ہو تو مسئلہ حل نہیں ہو گا، ایک باریوپی میں حامدہ سیم اور حامدہ جدیب اللہ کسی مسلم کنڈ یورٹ کی کنوا سنگ میں دریہات گئیں، تو کسی نے کہا مسلمان تو گاۓ ہم گوشت کھاتا ہے تو انہی میں سے ایک مورت نے منہ توڑ جواب دیا۔ وہ کھات ہے تو اپنے منہ سے کھات ہے تو پریت کا ہے پیڑا ہے، ایک اور کلاس کی مسلم بات سنئے جس نے کہا، "مسلمانوں کا راج رہا تو اس نے بھی کم شیطانی نہیں کی" یہ سیدھے سادے ان پڑھ لوگوں کی اسریت تھنکنگ ہے، دوسری طرف اشلکیوں دماغ بھی بہت سارے غلط ہیں، تو پیڑھے دماغ کو سیدھا کرنا ہے انسان کے ذریعہ کچھ پر کمیکل کرنا ہے۔ ہمارے والد صاحب نے چاروں دید پڑھا، ہمارے گھر میں آج بھی چاروں وید رکھے ہیں وہ کہتے ہیں ابھت ساری قرآن کی باتیں آپس میں بھی مل جاتی ہیں، یہ بات تو ہر کوئی کہتا ہے کہ ایک ہی چیز سب میں مل جاتی ہے لیکن یہ کیوں نہیں کہتے کہ کہاں کہاں الگ ہوتا ہے، کہاں کہاں اختلاف ہوتا ہے۔

رامائیں سنکھ

پاریا منتری ڈیوکری (تو ہو گئی مگر ڈیوٹی نہیں) سکھایا۔ بھارت میں بھی طرح کے لوگ رہتے ہیں اور میں گے انہیں کوئی نکال نہیں سکتہ و دشیں میں بھی ہر جگہ کے لوگ رہتے ہیں، ہر مذہب کے لوگ رہتے ہیں مگر وہاں

کوئی جنگل کوئی بجید بجاو نہیں ہوتا اس سے ہیں سب سینا چاہتے ہے موجودہ چنا و کا سُمُّ ہی بگار کا کارن ہے یہ غندہ کھڑا کر تابے اور غندہ گردی سے لکشن جیتا ہے ہندستان بڑا دش بے بار بے گا۔ ہیں شکھادینا ہو گاؤں کو۔ دنگے ہم نے بہت دیکھے ہیں مگر یہ بھی دیکھا ہے کہ جہاں کہیں بھی دس بیس آدمی کھڑے ہو گئے ذکر کا نہیں ہونے والے۔

رشید حسن خاں

کمیونل زم کا پروبلم صرف بہار نہیں پورے دش کا ہے، دیکھنا ہو گا اسکی جڑ کہاں ہے، وائرس کہاں سے پھیل رہا ہے ہمارے خیال میں بین و اشنگ کی ضرورت ہے، فرقہ پرست تنظیموں کو ختم کر دیا جائے، غلط قسم کے لئے پھر کو نشست کر دیا جائے، نصانی کتابوں میں سدھار لایا جائے بھائی چارگی اور اتنی دکو بڑھا وادی نے کے لیے اس قسم کا لٹر پر تیار کیا جائے اور اسکو عام کیا جائے۔

ریاض احمد

سیکولرزم کو فراغ دینے کے لیے پانچ چیزیں اہم ہیں۔ اول یہ کہ سینا کو اور بڑھا وادی کے خدا بخش تک مدد و دنہ رہے بلکہ اسکوں کا بچ اور گاؤں گاؤں میں اسکا اہتمام کیا جائے، ہندستان میں جو غندہ ازم ہے اسکو ختم کیا جائے ساتھ ہی ۷۹ میں جو میونی والنس ہوئے اور اس سے قبل ۷۷ میں جو ہوئے، یہ کس گورنمنٹ میں اتنے راست ہوئے جو گورنمنٹ ناکام رہی اس گورنمنٹ کو ضرور بدل دیا جائے اور ایسی گورنمنٹ لا میں جو سیکولرزم کو بڑھا وادے۔ تیسری بات یہ کہ دنگے میں پوس فورس بھی یک طرفہ ہو جائی ہے ایک سیکولر فورس بنائی جائے جو راست کو دباے اسی میں ہندو مسلم سکھ عیسائی ہر یعنی بھی ہوں، چوتھی بات اپیشل کورٹ بنائی جائے اور گلہی کو ضرور سزا دی جائے پانچویں بات جو غندہ اٹھیت ہیں خواہ ہندو ہوں یا مسلم ان کو ضرور بین کر دیا جائے اگر سیکولرزم کو بڑھا وادی نا ہے۔

سنیوگ پرشاد

نفرت اور عداوت ختم کرنے کی جوبات ہے یہ کام صرف کمیونل زم کر سکتی ہے کیونکہ اس میں برابری کا درجہ دیا گیا ہے کوئی شخص اگر ہو کا بے تو پہلے اسے روٹی دیا جائے گی یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ ہندو ہے یا مسلم، دھرم اگر اس راہ میں رکا دٹ ہے تو اسے ختم کرنا ہی ہو گا۔

سپردا ایک دنگے میں جو ہنسا ہوتی ہے وہ بہت خطرناک ہے آن بھی گاندھی کے دش میں ہنسا ہوتی ہے ہنسا میں کوئی ہندو مسلم نہیں مرتا بلکہ انسانیت کی موت ہوتی ہے، بھائی ہندوؤں کی موت ہوتی ہے، اسکا بنیادی کارن دوسری جگہ ہے آزادی کے سعی بھی گاؤں میں بیس آدمی پڑھے لکھتے تھے، آج بھی چالیس یا سانچھے

پڑھے لکھے ہیں۔ ان میں کوئی سمجھو نہیں ہے۔ یہ مسجد گئے تو ملاؤں نے کچھ سمجھا دیا، مندر گئے تو شنکرا چاریہ نے کچھ سمجھایا، ایسے ایسے ہندو میں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے، آج بھی پا لیں آدمی کو گاؤں میں روئی نہیں ملتی وہ بوج کسی روپ میں نہ ساکرے گا جی، ہندو مسلمان کو جو ٹوپی تھی تو دوسرے روپ میں نہ ساہولی ہے، نہ سا اسناؤش سے پیدا ہونا ہے غریبی، بھوک مری سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی کو دور کرنا ہے۔

شفیع مشہدی

ہم جن لوگوں کے اٹلکھوں ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں ایک اچاریہ دلش شراحی بھی ہیں، لیکن مسلم یہ بے کردہ کیا کریں، ہم کیا کریں آج یہیں یہ نیصلہ ہو، آپ کی لیڈر شپ میں ایک گروپ بنے جو سوچے اور مختلف ملاؤں میں جا کر ذہن صاف کرے تا میں ایک بھی چراغ جلا یا جائیگا تو کچھ تور و شنی ہو گی۔ اقلیت کی حیثیت ہمیشہ سانش رکھنی چاہئے اس میں ہمارا کردار کیا ہے، جاپان کے ہیر و شیما اور ناگا ساکی کے واقعہ سے آج بھی دل دل جاتا ہے لیکن آج جاپان لینڈاف رائزنگ سن بن ہوا ہے، امریکہ کی میشیٹ بھی اس سے مکنا وجیکل ڈولپنٹ سے خالق ہے ٹیکلہ اور سوسیٹی کے معاملہ ہی کوئے لیجئے آج وہی یہودی یورپ کے کوک پٹ (cockpit) میں بیٹھے ہوئے ہیں، تیسرا بات ہے انڈر اسٹینڈنگ، محض کسی کی طرف سے دل میں کچھ پال لینا۔ پانی وہیں گندتا ہوتا ہے جہاں نکلنے کا راستہ نہ ہے، بد کردار چند ہوتے ہیں، پوری ہوتی ہے تو بُری تیاری سے ہوتی ہے، چور بدن میں تسلیکا کر اور بُوری طرح مسلح ہو کر آتا ہے اور آپ اس وقت بیخ بر سوئے رہتے ہیں لیکن وہ بُرل بز دل بھی ہوتا ہے آپ صرف پکارتے ہیں کون ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے، تو رینڈ کرنے کی بھی کوشش کیجئے تاکہ اتنی سو شل ایمنٹ پر روک لگ سکے، سرچ لائٹ افس میں اگر کچھ سرپنڈوں نے ایک بار تو بھجوڑ میا یا تو انہیں نیشن سے لوگوں نے مار بھکایا، بھی انبار میں ایک صاحب کی اپیل شائع ہوئی ہے جس میں مسکرا تی ہوئی تصویر بھی آئی، یہ مسکرانے کا موقع نہیں تھا۔

اقلیت کی حیثیت سے ہمیشہ ہمیں یہ ملعوظ رکھنا پاہے کہ ہمارا کردار کیا ہو، جاپان میں ہیر و شیما اور ناگا ساکل پیغمبر اعظم علیہ السلام کا واقعہ ہمارے سامنے ہے لیکن آج جاپان کیا ہے، میں اور میرا ہندستان تو کیا امریکہ کی میشیٹ بھی اس سے خالق ہے، دوسری بُری مثال یہودیوں کی ہے ٹیکلہ اور یہودی کا معاملہ آج دیکھئے یہ یورپ کے کوک پٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو یہ کردار بنانے کی بات تھی، پھر انڈر اسٹینڈنگ (تفہیم)، کی بات بھی ہے، محض کسی کی طرف سے کوئی بات پال کر نہیں رکھنا پاہے، اسی طرح کھلے دل سے نہ لنا اس سے بھی بُری بیماریاں پھیلتی ہیں، پونکہ پانی وہیں گندتا ہوتا ہے جہاں اسے باہر نکلنے کا راستہ نہ ہے۔ ہندو مسلم ان دو بُری کیونٹیز کی سب سے بُری بُری بُری قسمتی یہ ہے کہ میں ایک

دوسرے کو سمجھا، ایک دوسرے کے داخلی حیثیت سے نہیں پہیانا، تو بنیادی اپرٹ کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور اسکی ضرورت ہے کہ دل پادر کو کیسے دُولپ کریں۔ اگر مارچ کو جے پی مومنٹ کے دوران سچ لامٹ کے دفتر میں آگ لگادی تو ان دین نیشن کے لوگوں نے resist کیا اور انہیں مار بھگایا، تو اسکی بھی ضرورت ہوتی ہے اسلئے کہ بد کردار یا برسے لوگ ہمیشہ مدد و دعے چند ہوتے ہیں اور اسکی حیثیت اس چور کی ہوتی ہے جو آپ کے گھر میں پوری تیاری سے آتا ہے، وہ تیل لگا کے لگوٹ باندھ کے ہتھیارے کر آتا ہے آپ اس وقت بے خبر سوئے ہوئے ہوتے ہیں لیکن آپ صرف پکار دتے ہیں کہ کون ہے؟ تو وہ بے تماشا بھاگ جاتا ہے، یہ تھیک ہے کہ آج جو لوگ سامنے آ رہے ہیں وہ اتنے کمزور قلب کے نہیں ہیں کہ آپ کہہ دیں گے تو وہ بھاگ جائے گا، تو آپ اس طرح resist کرنے کی بھی کوشش کریں تاکہ انہی سو شلزم آپ برمودا نہ ہو سکے۔

شبحو گمار

سپردا یکتا کے سعادت ہان کے لیے میرے ذہن میں ایک بات یہ آئی ہے کہ ہبھا تم گاندھی، راجندر بیٹا د اور دوسرے بڑے لوگوں نے جس طرح کام کیا ہم لوگ اس طرح کیوں نہیں کر سکتے۔ اپنے دشیں ہی نہیں ساری دنیا میں کرانچی لاسکتے ہیں، ہمارے ساتھ میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو مدد و دصرم اسلام اور سکھ ازم کو تھی طرح جانتے ہیں مگر سماج میں سہکار نہیں کر پاتے کوئی بھی دھرم ہو سب کا ادشیں ایک ہی ہوتا ہے کہ وہ ستیہ ہوا اور مانوتا کا کلیاں ہو چاہے وہ کسی مادھیم سے ہو میں سمجھتا ہوں کہ صرف بھاشا کا انتر ہے اور وہ نام ہے ہندو یا مسلمان۔ شروع میں لوگوں نے غلطی کی ہے نام ہی نہیں دینا چاہئے اس سے الگ و ادپید ہوتی ہے، میں نے کئی جگہ نکھا ہوا دیکھا "گرو سے کہو ہم ہندو ہیں" اسکا مطلب یہ ہے کہ مسلم بھائیوں کو کچھ داؤن کرنے کی پرتنی کریا ہے مسلم بھائی جب دیکھیں گے تو ضرور ان کے دل میں ہندوؤں کے خلاف نفرت ہو گی پھر وہ بھی نکھیں گے۔ گرو سے کہو ہم مسلمان ہیں اس طرح یہ بات ہر جگہ پیدا ہوتی ہیں جائیگی جو جگڑے کا گھر ہو گا آخراں کا سلوشن کیا ہو ناچاہئے آپ اپنے بھائیوں اپنے پڑو سیوں میں کس طرح یہ وشو اس پیدا کر سکیں کہ یہ جو ہو رہا ہے وہ غلط ہے۔

شیام ناٹھ شرمن

سپردا یکتا کا ذمہ دار کون ہے یہاں کچھ پڑھی کا بھی انتر ہے پہلے ہبھا تم گاندھی جیسے لوگ تھے آج راجیو گاندھی ہیں گاندھی نے ۲۳ میں کوشش کی تھی اس وقت اتنا بڑا عالی بھی نہ تھا وہ تو دشیں دشیں رٹ کر

تخت پر جھوول گئے، یہ تخت پر بیٹھ کر دش کو جھوول گئے یہ اپنی راضیتی اور اپنی کرسی کے لیے سپر دیکھا کو ہوادیتے ہیں۔ ہمیں راضیتی سے مکرنا ہوگا۔ یہاں لوک منتر ہے مگر لوک لکھتا ہوتا جا رہا ہے اور منتر حادی ہوتا جا رہا ہے وہ یوم جمپوریہ کے بائیکاٹ کا اعلان بھی غلط تھا، ایکشن میں کسی پارٹی کو ووٹ دو، نہ دو، پر اچیں کال میں دھرم ہر چیز پر حادی تھا، یہ دھرم والے بھر حادی ہوتے جا رہے ہیں کل پونگ ہے، دن بھر سیریل اور فلم کا پروگرام ہے تاکہ لوگ فلم دیکھنے میں رہیں اور دہاں دوٹ چھپ جائے، سکوڈھان کی دھارائیں بدلتی ہوں گی، ایکتا ہونی چاہتے ہیں اور جسی رام سے ایکتا پیدا نہیں ہوئی۔

عرفان حسن صفری

عام طور پر بوج کہتے ہیں دل سے دل ملا تے اور یہ سلسلہ جاری رکھتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ دل سے دل ملا تے نہیں بلکہ جو دل ملے ہوئے ہوں ان کو نہ توڑے، دل ملانے کی بات تو مشکل ہوتی ہے۔ مرے ایک ہندو دوست ہیں ان کی بھی بھار بھوئی توسیب سے پہلی آواز مجھ کو دی کہ عرفان تمہارا بلڈ گروپ مل رہا ہے، مری بھی کو فون کی ضرورت ہے۔ بہہ اور بات مجھے موقع نہیں مل سکا کسی اور نے یہ خدمت انجام دے دی ایسا کیوں ہوا۔ کل اگر میں سوچوں کا میں ایک ہندو بچے کو کیوں خون دوں وہ تو ہمارے بھی خون کے درپے رہتے ہیں، تو یہ انسانیت سے گرسی ہوئی بات ہوگی۔ فسادات میں ملیٹری پوس کاروں خراب ہوتا ہے، مراد آباد میں پی اسے سی نے جینو سائید کیا اسی طرح بہار میں بی ایم پی اقلیت کی نسل کشی کر رہی ہے اس کے یہ بھی اسے سی اور بی ام پی میں مسلمانوں کا بھی اپوانٹمنٹ ہو تجھی کنٹرول ہو سکتا ہے۔ سیاستدان ہمارے ہنگاہ نہیں ہیں کیونکہ وہ اپنے سوار تھے کے لیے کچھی کر سکتے ہیں۔

عمران احمد

ہر مذہب کی بڑی مضبوط بنیاد ہے، کعبہ اگر دھادیا جائے تو اسلام نہیں مٹ جائے گا، کوئی ٹپل توڑیا جائے تو ہندو ازام کافی تھے نہیں ہو گا، اگر جاتوڑ دیا جائے تو یہ ایمت ختم نہیں ہو گی، ہم مذہب کو کسی صورت میں ختم نہیں کر سکتے، ان لوگوں کو بھی لا یا جائے جو آپ سے اختلاف کرتے ہیں، مثلاً داکٹر اریہ کو بھی بلا یا جائے ان کے خیالات بھی سنے جائیں،

اس وقت جو خالات ہندستان میں ہیں نئی نسل کے دہن میں چند سوالات اٹھتے ہیں۔ مسجد مندر ایشویں حکومت کا کیا ہاتھ ہے کیا روں رہا ہے تالا کاتا لا کھلا اس پر وہلم سچوٹیں میں ہم کیسے پہنچے ہیں۔ آزادی

کے بعد بھی اب تک فیصلہ نہیں کر پائے کہ ایک ساتھ رہنا ہے، وجہ کیا ہے، علاج کیا ہے۔ دنایں کتنے انقلاب ہو چکے ان کے ہیر وزارج ان کے ولین ہیں، اتنے ڈیکیڈ تک جو جھوٹ بولا گیا ہے چاہیں گے کہ پچ بولا جائے ۱۹۴۷ میں ہندستان کا انڈپنڈنس نہیں ہوا، پارٹیشن ہوا ہے۔ تقسیم کے وقت ہم نہیں تھے ہم سے پوچھا نہیں گیا وہ سب کانگریسی تھے، آج ہم کیوں ہلگتیں گے۔ اس وقت کی لیڈر شپ ذمہ داریوں کو جھوڑ میٹھی تھی۔ اور میٹھنے کیلئے سیاست کی کرسی پا ہے تھی۔ آج کے حالات میں سابق کوشش کی ضرورت ہے داشوروں کو چاہئے اس پر غور کریں۔ ٹیمز اف پینل کے ذریعہ سو شل ایمبوونسیز تیار کیے جائیں تو فائدہ مند ہو گا۔ ہرگز کے لوگوں کو چاہئے کہ اسیں اخلاقی بسامی پہنچ دیں۔

فضل احمد

کیونکہ اور نیشنل انگریش نہیں دنوں اہم ملے ہیں، میں نے اسکامٹ الود کیا سروس میں تحریر کیا کبھی کامیاب رہا۔ بھی ناہام ہوا کبھی تکلیف اٹھائی کبھی خوشیں حاصل کی، تجربے کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ ہماری قوم میں کیونکہ نہیں ہے خواہ مند وہوں یا مسلمان ان کو ہوادی جاتی ہے اور اہل اقتدار نہیں ہوادیتے ہیں ورنہ ۱۹۴۷ء میں خود اندر اجی نے کہا تھا کہ احمدآ بادراث کے بعد اب دیہاتوں میں یہ واقعات نہیں ہوتے شہروں میں ہوتے ہیں اور بدستی سے تعلیم یافتہ طبقہ اس میں حصہ لیتا ہے، دو سال قبل میں ان پانڈے نے خدا بخش میں قومی کمیتی پر لکھ دیا تھا اسے لا بیریس نے شائع کر دیا ہے اس خطبے میں پانڈے جی نے نصانی کتابوں میں پھیلے زہرا و غلط تاریخی حقائق کا پردہ فاش کیا ہے اور بہت کچھ مثالیں دی ہیں لیکن وہ کہتا ہیں آج بھی ہمارے اسکوں کا بخی میں پڑھائی جاتی ہیں، دراصل شروع ہی سے نقرت کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور دیوار انگریزوں نے کھڑی کی ہے لیکن آزادی کے بعد سوائے زبانی جمع خرچ کے اور کچھ نہیں ہوا، اسکوں کی کتابوں کی تصحیح آج تک نہیں ہو سکی ۱۹۶۷ء میں یونیسکو کے تحت کونسل بنی تھی پھر ان سی اسی آرٹی بنی مکروہ صبی زیادہ ترقی نہ کر سکی ۱۹۷۰ء میں نیشنل انگریش نہیں کو نسل جبل پور راث سے بعد بنی اسراء کے بعد صرف دو ایک مینگ ہوئی۔ جب بھی کوئی ٹراواقعہ ہوتا ہے تو صرف اسی کڑھی میں اباں ہوتا ہے ووگ خواب فرگوش ہو جاتے ہیں یہ سب غاس، فیک، فول، نیومال اور فربیب ہے۔ صلاحیت پر میں کبھی شک نہیں کرتا کوئی مسلم ذہانت میں کمی سے کم نہیں، دراصل نیتیں صاف نہیں، ویسٹ بیگانہ حکومت کی کارکردگی اس معنی میں شاندار رہی سوائے ایک برمپور مرشد اباد فساد کے جس میں محدود ۱۳۱ آدمی مارے گئے بھرٹھے رے کے کوئی ٹراواقعہ رونا نہیں ہوا۔ جو لوائی سے آج تک جو بھی فساد ہوا وہ فاصلہ قسم کے استیت میں ہوا، پوس ایڈمنیسٹریشن چاہے تو واقعات میں نظر دل ہو سکتے ہیں احمدآ بادراث کی طرح تین سال تک فسادات نہیں چل سکتے میں نہیں مانا، یہ نیتوں کا سوال ہے

صلاحیت کا سوال نہیں مسلمانوں سے سلسلے میں جو غلط فہیاں ہیں کہ وہ نور نس ہیں تو اس ملک میں سمجھی نور نس ہیں سوائے اور بھی کے بلکہ دراڑ بھی شاید اسیں اختلاف ہو۔ یہاں جتنے بھی حکماء آئے سوائے انگریز کے سبھوں نے اس ملک کو اپنا ملک سمجھا اسکو ترقی دی سبھوں نے اس ملک کی شفاقت، تہذیب و ترقی میں نمایاں حصہ یا حتیٰ کہ انگریزوں نے بھی یہ کہنا کہ وہ اس ملک کے باشی نہیں غلط ہے۔ یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے اس ملک پر حملہ کیا، دوسری قوم جو بھی آئی ان کے مذہب پر کہنٹ نہیں کیا جاتا، کہ شخصین آئے، رشین آئے مگر صرف مسلمانوں کا نام کیوں لیا جاتا ہے، بیرونی اور ناگہا کا کی پر ایسُم بھم گرا تو کیوں نہیں کہا جاتا یہ کہ شخصین بم تھا، فرقہ وار از نسادات کے سلسلے میں سچی بات یہ ہے کہ نیت صاف ہوتوم روک سکتے ہیں، لوگوں نے روکا بھی، جو ڈیشیل انکو امری کی بہت ساری پیوری شائع ہوئیں، جسٹس ریڈی کی احمد آباد روپورٹ جسٹس سکیتہ کی مراد آباد روپورٹ، میرٹھ کی روپورٹ، سہنا کی ججشید پور روپورٹ، یہ سب ایماندارانہ روپورٹ میں حقیقیں جو شائع بھی ہوئیں مگر کوئی کھارو آئی نہیں ہوئی، کیا نامدہ ایسی انکو امریوں کا جس میں وقت پرستہ صنائع ہوتا ہے مگر عمل ہی نہیں ہوتا ہم نے ایماندارانہ طور پر مرض کی تشخیص نہیں کی گوہم میں صلاحیت بھی ملکیت اور ذہنی ایمانداری نہیں تھی۔ مذہبی تحریک دیسترن درلنڈس شروع ہوئی ایرانی انقلاب کے بعد اسلامک فنڈ امنڈیم کی بات پیدا ہوئی، قرآن کہتا ہے "ہر زمانے میں خدا نے بادی بھیجے" اور دوسری جگہ فرمایا "ہم نے نبوت کے لحاظ سے کوئی تغیری نہیں کی" دنیا میں جتنے بھی بادی پیغمبر شری منی خدا نے بھیجے ہم ان کی پاکی پر تعین کرتے ہیں ہم یہ نہیں کہہ سکتے رام میرا ہے کہ سن میرا ہے حضرت محمد میرے ہیں، وہ سب کے لیے ہیں۔ مری امید سی اس ملک اس قوم سے وابستہ ہیں۔

کمیش کنوں

کتابیں لکھنے اور اہماس کے ساتھ چھینہ چھاڑ جو بھی جاری ہے، اس طرح کیسے سچردا یک سنجھا اور ہے، اور نگزیب و کرت آدمی تھا، اگر ہم رام کو غنڈہ مان لیں تو کیا ہرج ہے، ایسے ضرورت ہے کہ ہم ان روڈیوں کو توڑ دیں مر را کر موڑ دیں اور جس سے دش کا بجلانہ ہو وہ کام چھوڑ دیں۔

غلط نہیں کو دو کرنا اور درشکوں کا دل جیتا جہت ضروری ہے، دش کا وجا جن ہم اب تک نہیں بھول پائے کہ ہم سلامان ہیں وہ ہندو، ہندستان جو وجا جت ہوا ہے ہم اسکو توڑنے کے لیے پریاں کریں چاہے وجا جن سماپت ہو یا نہ ہو وہ اس کے لیے سکری ہو جائیں ہندستان میں امر ہند و لوگ جیسے آر اس اس اور کچھ دوسرے لوگ آواز اٹھا رہے ہیں کہ بھارت اکھنڈ ہو۔

ڈاکٹر محمود الحسن

عقیدہ اور اصول اپنی جگہ ہوتے ہیں عمل بڑی چیز ہوتی ہے، سماج ریفلکٹ کرتا ہے، دراصل ہندستان میں مسلم سماج جس طرح بنتا ہے جو بدنیوں سے پر ایمان اسی طرح ہے جیسا ہندو سماج میں ہوتا ہے علیکم طہ جا معتریہ کی تاریخ میں آج تک کوئی واں پانسلر نہیں آیا جو سیدنہ ہو چکا نہ ہو، کیا یہ ریفلکٹ نہیں کرتا ہے۔

اندر اگاندھی تتل کے بعد دلی میں جب ہندو اور سکھ کے درمیان دنگا ہوا اس وقت دلی میں تھا اس وقت

لوگ خوفزدہ تھے کہیں سکھ ہم پر حملہ نہ کریں مسجد سے ایک رات مانگ سے اعلان ہوا ہشیار ہو جائیں کہ حملہ کرنے والے ہیں، وہی اعلان مندر سے ہو رہا تھا، مندر کے اعلان کو مسجد رسیدو کرتا تھا اور یہ ماں بھی اعلان ہوتا تھا سب لوگ پریشان تھے، حالانکہ دور دو تک کہیں سکھ کا نام و نشان نہیں تھا اور وہ بہت دور سے آئی بڑی ہندو مسلم آبادی پر کیوں حملہ کرنے لگے، میں نکلا اور بڑھتا گیا کہ دیکھیں کہ صرف سے کون حملہ کرنے آ رہا ہے، دور تک کوئی نہیں اور نشان نہ تھا و اپس نوما اور لوگوں کو تسلیں دلایا کس طرح منظم کوشش ہوتی ہے کسی موقع سے ابھارنے کی، عوام کو ساتھ کرنے کی، عام لوگ فرقہ پرست نہیں ہوتے خاص لوگ بھی نارمل حالات میں فرقہ پرست نہیں ہوتے، ایسے موقع پر تھوڑا ہمت اور عقل سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ پھر یہ کروگوں میں یک گستاخہ کا حساس پیدا کیا جائے، ایک دوسرے کو لوگ پہچانیں۔ بہت سی تعلیمی تبلیغیں وجود میں آئیں ہمارے مالک میں ان کی روپرٹ میں اس بات کی طرف دھیان نہیں دیا گیا کہ اگر ہندو اور مسلمان ایک خاص سطح پر اور ایک خاص انداز میں ایک دوسرے کے مقابلہ کو سمجھ سکیں تو ہماری سماجی زندگی پر اسکا مشبت اثر پڑے گا ہمارے انتظامیہ پر بھی اسکا اچھا اثر پڑے گا اور اس کے لیے ظاہر ہے کہ مذاہب کا مطالعہ ضروری ہے، ایک بات میرے ذہن میں یہ آتی ہے کہ ایسے ادارے جو ہندوؤں کے ہیں یا مسلمانوں کے ہیں پاٹھشاہی یا اوپنے ادارے جہاں مذاہب کی تعلیم دی جاتی ہے وہاں یہ کام شروع ہو تو بہت فائدہ ہو گا، ایک دوسرے کے مذاہب کو جانے کی ایک علمی کوشش ہونی پڑے یا اسی کتابیں تیار کی جائیں جو ہندو مذاہب یا دنیا کے جو اور عالمی مذاہب ہیں ان کو سمجھنے میں مدد لے اس طرح سے ہندو اداروں کو بھی اسلام مذاہب کی کتابیں چھاپنی چاہئے اس سے غلط نہیں کا ازالہ ہو گا اور ذہن بننے میں معاون ثابت ہو گا۔

محمود عالم

محبت اور نفرت کے جذبات متوازنی ہوتے ہیں، محبت کی ہوا چلنی چاہئے مسلم کی حیثیت سے اپنے حلیف یا حریف کو اخلاقی میدان میں ہی شکست دے سکتے ہیں تاکہ وہ کہیں کہ مسلمان ہی کا معاشرہ اچھا ہے۔

سپردا ایکا کی جڑ نیتکتا میں ہے آج جو کچھ ہو رہا ہے اسی وجہ سے ہو رہا ہے نیتکتا کا مطلب ہے پچ کو پنج جھوٹ کو جھوٹ کہا جائے ہم لوگوں میں سے کسی میں ایسی ہمت نہیں رہ گئی ہے کہ حق کو حق کہیں اور غلط کو غلط نیتکتا، نیتکتا ہی سے اپنی ہوتی ہے انڈیا اور پاکستان کے نیچے کر کٹ پنج میں پاکستان ہار جاتے تو ہندو خوش ہونے ہیں انڈیا ہار جاتے تو مسلمان خوش ہوتے ہیں۔ آخر کیوں؟ اسکا برا پر بھاؤ بچوں پر پڑتا ہے، ہم جو کچھ بھی اچھا برا کرتے ہیں انہی بچوں کے لیے کرتے ہیں ان بچوں میں ہم پنج بورہ ہے ہیں، یہی میں سے سپردا ایکا کو ابھارتے ہیں اسکو مٹانے کے لیے نیتکتا بہت ضروری ہے۔ اس طرح الکشن میں ہم غلط لوگوں کو چنتے ہیں، چونکہ ہم پچ کو پنج نہیں سمجھتے اسلئے غلط کو چین کر پنج دیتے ہیں، وہ وہاں جا کر سیکولرزم کی بات کرتے ہیں مگر وہ خود نہیں جانتے سیکولرزم کیا ہے، وہ خود ہی ذمکار پھیلاتے ہیں، ہم لوگ تو کچھ بھی نہیں جانتے۔ اس لیے ہم لوگ پچ کو پنج کہنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ہم لوگ یہاں سینما میں باقی تھے ہو کرتے ہیں، یہ ہونا پاہنچے وہ ہونا چلتے ہے مگر اسکو کارب روپ دینا پڑائے نہیں تو سیا حل نہیں ہوگی۔

موزر ز جہاں

اس دش میں جو بھی ذمکار فاد کرتا ہے وہ ہندو یا مسلمان کا دشمن کا دشمن ہے۔ اگر آپ کو ملک سے محبت ہے تو آپ ملک میں بزرگ خون خراب پسند نہیں کریں گے، میں صرف اپنے بھائیوں سے یہ اتعاب کروں گی کہ اگر ہم دس بیس اُدمی یا بات لوگوں تک پہنچیں تو کتنوں تک پہنچ جائے گی جب فاتح ہوتے ہیں لوگ سپرسی میں ہوتے ہیں، وہ بچا سبز رکھیں پڑے ہیں، انہیں تو ملک ہی کو کھلانا پڑے ریگا، اسکا بوجھ تو ملک ہی پر پڑے گا۔ اگر ہم یہ طے کریں کہ ہم خود ہی ملک کے دشمن ہیں تو بھر جو چاہیں کریں یہ آپس میں نام رکھنے کی بات بھی بیکار ہے کچھ بھی رکھنے اس سے ہماری شخصیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اگر اسکا بھی ہماری شخصیت پر اثر پڑنے لگے تو ہمارا ملک تباہ ہو جائے گا، جتنی مشکل سے آزادی حاصل ہوتی ہے اس سے زیادہ اسکی حفاظت مشکل ہوتی ہے، اگر آپ کو اس ملک کی حفاظت کرنی ہے تو یہ سیغام گھر گھر پہنپا دیں کہ جو فاد کرے گا وہ ملک کا دشمن ہو گا۔ الکشن جو یہاں ہو رہا ہے اگر آپ سب لوگ طے کریں کہ جو خود خواہ شمند ہو ہم اسکو دوٹ نہیں دیں گے بلکہ جس کو ہم دل کر کھڑا کریں جس نے قوم و ملک کے لیے کچھ خدمت کی ہو ہم اس سے ووٹ دیں گے، آج ووٹ میں لاکھوں خرچ کرتے ہیں اور کروڑوں کاتے ہیں۔ پھر یہ کہ تیس چالیس نیصد جو پڑھے لکھے لوگ ہیں ان میں سے ہر شخص ایک مشن بنائے تو بھر دیجئے کیا ہوتا ہے اس لئے۔

نائز جھا

میں بہت ہن پر یوار کا لڑکا ہوں، ویو ہار کا بھی ادھیں کیا ہوں، متحلا سنکرنی، اپنے پر مسپرا کا بھگت ہوں، اپنے شد میں کہا گیا ہے تھم ایک بہانڈ کو پر یوار کے روپ میں دیکھتے ہیں، ان باتوں کے باوجود میرا سب سے پہلے منش ہوں، یہی جیون کا ادیش ہے، ایک بار ایک محمدن حکیم کے پاس گیا، ان سے صاف صاف بتایا کہ میں ہندو ہوں، انہوں نے دو بھی دیا حال بھی پوچھا، وہ مجھے بیٹا کی طرح مانتے لگے، سپردا ایکسا کو کاشنے کے لیے تم خود کافی ہو سکتے ہیں اگر تم اپنے اپنے استر پر کوشش کرس۔

وجیہ الدین

کمیونلزم ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے ہندستان کی جڑوں کو پلا رکھا ہے، ہمارا کوئی نسٹی ٹیوشن بڑا انوکھا ہے یہ درست ہے مگر صحیح طور پر یہ راجح ہوا یا نہیں، بلکہ بھی سماج میں ہے یا نہیں، یہ بھی دیکھنا ہے، دوسری بات یہ کہ سرکار اور پوس ہماری مخالف ہے اس پر زیادہ امید نہیں کی جا سکتی، بھاگلپور کا واقعہ معمولی نہیں، آگے دوسرا یہ اس بھاگلپور نے بنے اس پر غور کرنا ہے، لینگویج پر بلجم بھی کمیونلزم کو ٹبرھانے لگا ہے اسے معمولی نہ سمجھا جائے، اردو ہندوں کا معاملہ سنگین بھی ہو سکتا ہے، تحری لینگویج فارمولہ میں ایک نیشنل ہندوی ہے لیکن مودرن لینگویج کے طور پر سنکرت لا یا جائے، اردو کی دیوبختی کی جائے یہ غلط ہے، اردو کے خلاف جو نظرے لگائے گئے، اردو ہندوی جڑوں ایں نہیں ہے اور اردو تھوپالر کوں پر خون گرے گا سار کوں پر آج کھا کل بہادیا، عثمانیہ یونیورسٹی میں ڈاکٹر چناریڈی نے ام بی بی اس اردو میں کیا تھا، اردو پڑھ کر مکنا لو جی بھی اپنائی جا سکتی ہے، اسی طرح، اردو کو اس چاہئے تو پاکستان جائے، جیسے نظرے کیا اختلاف بیدا نہیں کرتے، اُن وی پر محضرا مائن ہے، مختصر مہابھارت بے مگر مختصر قرآن نہیں ہے، یہ صحیح ہے کہ تعلیم کی کمی ہے مگر فرقہ واریت کو پڑونا نہیں لجو کیتھیڈلوگوں سے ملتا ہے بڑے بڑے گھروں سے یہ ہو رہا ہے، پیسے اور دماغ ملتا ہے، فرقہ واریت میں پڑھ لکھے لوگ شامل ہیں، آخر یا ایسا کیوں کرتے ہیں شاعری میں بھی اب یاوسی اگئی ہے، فسادات میں مکانات جلتے ہیں، لوگ کا جرمولی کی طرح مارے کاٹے جاتے ہیں اس وقت جب کرفیو نافذ ہوتا ہے، انکو اُری کیش بھیتی ہے مگر انکو اُری رپورٹ کہاں جاتی ہے، ۱۹۴۷ء میں جسید پور میں رائٹ ہوا، ۱۹۴۸ء میں رائٹ ہوا، ہم موت ذریست کے درمیان تجویتے رہے اس میں کتنے لوگوں کو سزا دی گئی، پارٹیشن کا دکھ جو ہماری نسل کو گا اسے اٹھا رہیں کیا جا سکتا، ۱۹۵۲ء سے یک تھی پارٹی وجود میں آئی ۱۹۵۲ء سے ۱۹۷۲ء تک فعال بھی اور گل کھلاتی رہی افسوس ہے کہ خشونت سنگھ جیسا ایک ایماندار صفائی بھی اس میں شامل ہو گیا ہے۔

ضَمِيمٌ

پٹنہ کے شہریوں کا مشترکہ پرس بیانیہ

ہندستان ایک سخت دور سے گزر رہا ہے جس نے اجس کے نقش قدم پر چلنے والے محسوس کرتے ہیں کہ تو یہ ایکا
احد وحدت کو ہر حیثیت میں بچالا ہے، بھارت ہمارا ملک ہے، اس ملک کی سب عورتوں کا سب مردوں کا ملک ہے،
ہر بُوڑھے اور جوان کا ملک ہے اور ہم سب کا فرض ہے کہ اسکو بھی میں اسکی حفاظت کریں کچھ تینگ دل لوگوں نے
اس عظیم بھارت کو اپس میں باٹھنے کا رویہ اپنایا ہے کبھی یہ دھرم اور مذہب کی بناء پر باٹھتے ہیں کبھی جاتیوں میں
باٹھتے ہیں کبھی زبان کا بحاشا کا سوال اٹھا کے مکرے مکرے کر دینا چاہتے ہیں، یہ بڑا خطرناک رجمان ہے اور ہم اپنے
تمام بھائیوں بھنوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ان سے باٹھنے والی طقوں کے خلاف صفت آرا ہو جائیں اور ان کے ملک
دشمن عزم کو ہمیاب نہ ہونے دیں اس میںگ نے اس بات کا بھی چرپا کیا کہ نیتا جی نے آزاد ہند فوج بناتے وقت
ایک عوامی جلسے میں کہا تھا، نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوتے کہ یہ تم اور ہم خوش نصیب ہیں کہ ایسے زمانے میں پیدا
ہوئے جب ہندستان کو ہماری ضرورت ہے اس بات سے ٹبی عزت اور کیا ہو گی کہ ہم اپنے مادر وطن کے لیے کوئی حقیر کی
قریبی دے سکیں، بھگت منگھ، اشFAQ اللہ اور چند رشک سکھ بھی نہیں میں اگے دہ امر میں بیان باری رکھتے ہوئے
کہا گیا ہے کہ ہندستان صدیوں سے دنیا کے تقریباً ہر مذہب کا گھر رہا ہے اور ہر مذہب نے اپنے اپنے طور سے قوم کی عظمت
کو بڑھایا ہے اور یہ ایسے کہ تمام ہندستانی ہر مذہب کی عبادات گاہ کا احترام کرنے کی تقدیم روایت پر خوش دلی سے عمل کرتے
رہے ہیں۔ ہیں اس روایت پر غریب ہے اور ہم اس کو قائم رکھنے کے لیے اپنی پوری جدوجہد کریں گے۔

”رام جنم بھوی بابری مسجد مسلک پر ہماری یہ سوچی بھی رائے ہے کہ ایودھیا میں رام مندر بننا چاہئے لیکن بابری مسجد
کی عظمت و وقار پوری طرح محفوظ رکھا جانا چاہئے۔ مسجد کر کر مندر بننا ہماری روایت نہیں ہے۔ ہماری روایت میں

مسجد و مندر راستہ ساتھ پلتے ہیں، ہم اس روایت کا پاس رکھن لیتے، اس روایت کو زندہ رکھنا ہے اور اسی روایت کو اگے پڑھانا ہے اور اسی یہے ہم عوام سے اپل کرتے ہیں خاص کر نوجوانوں سے کہ ہندستان کی اس ایکتا اور اس خوبصورتی کو پکانے کے لیے مل کر آگے آ جائیں اور قومِ دشمن عناد مرتے اس دشیں کو تباہ ہونے سے بچا لیں جو ہند۔

(کرنل محبوب احمد، رامائن سنگھ، معز زبھاں، عزان احمد، رام ادھار سنگھ، ڈاکٹر عبدالغفار فضایدار)

اداریہ نوجہارت ٹائمز

تاریخ میں ہم پڑھتے ہیں کہ ہندستان اپنی آپسی چھوٹ کے سبب بار بار ہارا اور بھرا لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ وہ لوگ اور تھے جنہوں نے وہ پرانی بیوقوفیاں کیں۔ بیسویں صدی میں رہنے والے ہم روشن خیال لوگ مانتے ہیں کہ تاریخ سے ہم اتنا تیکھا سبق لے چکے ہیں کہ اب یہاں غلطیوں کو دہراہی نہیں سکتے جو ہمارے اسلاف نے ایک تاریک زمانے میں کی تھیں لیکن ایسا نہیں ہے، ہم وہی ہیں جو ہمارے اسلاف تھے، اگر ان کی دم ٹیرھی تھی تو اج ۱۹۹۰ء میں ساری دنیا کی آنکھوں کے سامنے ہماری بھی دم ٹیرھی رہی ہے لیکن ہم انکار کر رہے ہیں کہ اس امور ہاہے کہ اپنی آپسی چھوٹ کے سبب ہندستان ایک بار بھر بھرا رہا ہے۔ اگر ہم مان بھی رہنے ہیں تو اس چھوٹ کا حسیکدا کسی دوسرے کے سر پر چھوڑ رہے ہیں اور ہم کھوں رہے ہیں کہ ہندستان کے بھرنے کے بعد یہ سوال بے مطلب ہو جائے گا کہ بھرا وکے یہ زیادہ دوشی کون تھا۔

ذرا اس پاس دیکھئے، پنجاب بھارت کے ہاتھ سے جا رہا ہے۔ ویاں ندی کے اس پار بندوقی والوں کا راج لگ بھگ قائم ہو گیا ہے اور سرکاری میٹنگی تاریخ میں ہو گئی ہے اتنے ہزار قتل پنجاب میں ہو چکے ہیں لیکن عدالت میں کوئی مقدمے نہیں چل رہے ہیں، اسکولوں میں قومی گیت نہیں کھایا جاسکتا اور ہندی نہیں پڑھائی جاسکتی ہاؤں میں کتنے پالنے کی منہٹ ہے کیونکہ وہ بھونک کر پوس یا سی ار پی کو آگاہ کر سکتے ہیں سرکاری انجینئرن علاقوں میں سرک نہیں بن سکتے کیونکہ سرکاری گاڑیاں آجا سکتی ہیں۔ بھلی کا مل ان علاقوں میں کوئی نہیں بھرا اور درجنوں بھلی کر پیاری مارے جا چکے ہیں لیکن آمد فی کا دسوائ حصہ وصول کرنے کے لیے دھمکیاں آئی ہیں اور انوے ہوتے ہیں اور پیسیہ دینا ہمی پڑتا ہے۔ پاکستان میں بھی سوہن سنگھ کی پنتھک کیسی حکم دیتی ہے تو پنجاب کے سارے اخبارات اپنے طرز بیان بدلتے ہیں اور وہ آنک وادیوں کو یہیں لکھتے ہیں، شاید اُنہوں نے پنجاب کو خالستان بھی لکھنا پڑے اور سرکاری دفتروں کو بھی حکم ہو جائے کہ جو پنجاب کے گاہ وہ مارا جائے گا پنتھک کیسی نے پنجاب کے

استعمال کا حکم دیا تو اس کا نوری سرکاری دفتروں میں پان ہونے لگا، آئندی تیزی سے تو ملام سنگھ یادو کی ہندی استعمال کی ہدایت کا بھی ان پر دش میں پان نہیں ہوا ہو گا۔ پوس کے اعلیٰ افسران مارے جا رہے ہیں، سینا کے میں کوں پر سرگ رکا کر جائے ہو رہے ہیں، اب سوں میں مسافروں کو پکڑ کر مارا جا رہا ہے۔ کھاڑ کو لوگ اب چھپے نہیں رہے اور پنج نہیں رہے وہ پوس، مسی آرپی اور بی اس اف کے سامنے اگرا سے چنوتی دے رہے ہیں اور سب کو ناکارہ ثابت کر رہے ہیں۔ اخبار جان، تھسلی پرے کرنکل رہے ہیں اور ان کے انک گویا جنگی علاقوں میں ایک خندق کھود کر بہادری سے بیٹھے ہوئے ہیں جب اخبار بنتے ہیں تب سائیکل پر بکروں کے ساتھ بندوق دھاری سپاہیوں کو جانا پڑتا ہے، سکھ آبادی اپنے گاؤں چھوڑ چھوڑ کر شہروں میں بس رہی ہے، ظاہر ہے کہ یہ دہشت گردی ختم ہو تو سب سے زیادہ راحت اس سے پنجاب سے سکھوں کو ملے گی لیکن جب دلی کے سر کے اوپر یہ سب چل رہا ہے تب گنگا جمنا والے آریا اورت کا دھیان کہاں ہے؟

آریا اورت کی سب سے بڑی اچنایا ہے کہ ۱۹۵۲ء میں باہر نے جس مسجد کو بنوا یا تھا اس کا فیصلہ آج اور ابھی ہو کیونکہ اگر آج اور ابھی فیصلہ نہیں ہوا تو شاید جیکو ان رام کی شکست ہو جائیگی اور ۱۹۹۱ء تک باہر کا راجح سارے ہندستان پر تبعضہ ہو جائے گا کیونکہ افسونا ک صورت حال ہے کہ ۱۹۴۷ء کو ہمیں بارے اس پرے چوڑے ازاد دش کو ہم اپنی ناک نہیں مانتے اپنی لاشانی جمہوریت کو ہم اس دھرتی کا سب سے نایاب چھپا مند نہیں مانتے، ۳۳ سال تک اس دش کے ایک اور اکھنڈ رہنے کو ہم دنیا کا اٹھواں عجوبہ نہیں مانتے لیکن ۱۹۵۲ء کا ایک جھولا بر ا مقصد ہی جلتے کے لیے ہم قوی تحریک کے پونے دو سال کے سرماں کے کوئی نے کے لیے تیار ہیں ظاہر ہے کہ ہم ایسا دھیا کے لیے نہیں بلکہ ۱۹۹۱ء کی نئی سنبھوگیتے کے لیے نہ رہے ہیں۔

آپ کو ایسی کئی کھائیں یاد ہوئیں کہ جب خدا اور لاہور آگیا یا اپنی پت آگیات بھی دلی کے سلطان اپنی رنگ ریوں میں محوس ہے، دلی والوں کو اپنی دلی، سونی پت اور گرہ کاؤں سے بھی ہمیشہ دور لگتی رہی ہے ایسا ابھی ہو رہا ہے جب بھارت کے پر دھان منتری کو اپنا وقت کشیر پنجاب، آسام اور تامناؤ کے لیے دینا چاہئے تب لوگ ایو دھیا کو مسئلہ نمبر ایک بنانے پر آمادہ ہیں۔ لیکن اگر ہمارے ایک بیٹھنے دش کو ایو دھیا کیندرت اور دوسرے نے سے جاتی کیندرت کر دیا تو آریا اورت کے اس شل کرنے والے ہنگامے میں ہم پتہ ہی نہیں پلے گا کہ بھارت سے مختلف موبے کیا ہم سے کٹ کر اگ کہو گئے۔ اگر مم اپنے آپ کو مغلوب کریں گے تو معلوم بھی نہیں ہو گا کہ پُر دھیس کے کروں میں کون آیا تھا جو گھر کا سارا سامان اٹھا لے گیا۔

ایڈ وائی کہتے ہیں کہ میری لڑائی مسلمانوں سے نہیں، نقلی سیکولر عناصر سے ہے اور ان ہندوؤں سے ہے جو اپنے ہندوئے کو حقارت سے دیکھتے ہیں اور مسلمانوں کی ہر موڑ پر حوصلہ افزائی کرتے ہیں، اس بحث کو فی الحال چھوٹے، لیکن ہمارا کہنا یہ ہے کہ لال کرشن ایڈ وائی جن ہواؤں کو بُرھا وادے رہے ہیں ان کے چلتے مستقبل میں خطرہ یہ ہے کہ ہندوؤں کے ہاتھوں ہی یہ ہندستان نہ لٹوٹ جائے۔ اگر ایو دھیا واد اور جاتی واد کے سبب دش بستار ہا اور مرکزی سرکار کو سانس لینے اور بہوش ہیں آنے تک کی فرصت نہیں ملی تو کشمیر اور پنجاب ہم گھوڑیں گے اس کے بعد اگر ہندو اکثریتی بھارت کے ہندوؤں نے اس دش بستار کی اکھنڈتا کے تھیں اپنا بھرم گھوڑیا تو وہ کون سی ڈوری ہے جو اسام یا تامل نادو کے ہندوؤں کو بھارت سے باندھ کر رکھ سکیں گی۔ پنجاب کو الگ ہوتا دیکھ کر اسام کیوں نہیں الگ ہونا چاہے گا؟ اس طرح ایو دھیا بیس ہیں مندرجہ جائے گا لیکن ہم پچ پچ، ۱۵۲ ایس جا پہنچیں گے اور یہ سب ہندوؤں کے ہاتھوں ہو گا کیونکہ کشمیر کے علاوہ مسلمان اب ہمیں بھی کیا کر سکتے سوائے اس کے کردہ آریا اورت کو بھی اپنان کی طرح حلپنی کر دیں۔ ایک مستحکم اور پایہدار ہندو ارشادِ حب آریا درت کی دھرنی پر بھی قائم کرنا مشکل ہے اور لال کرشن ایڈ وائی جب کوئی دھرم راج پچ پچ چاہتے ہی نہیں تو یہ سارا بکھیرا ہو کس کے لیے رہا ہے؟ نقلی سیکولر لوگ ہندوؤں کو حقارت سے نہ دیکھیں اور مسلمانوں کی یہجا پشت پناہی نہ کریں یہ بھی ان دونوں کا ایک جائز ایشوہو سکتا ہے لیکن ذرا ان مذوں کو سمجھو چکر کے اندر رکھ کر دیکھتے تب لگے گا کہ لوک تنتر کی مندی آپنے میں بیس عرصہ تک جھوچ کر ان کا حمل کھو جا سکتا ہے، سارے دش بستار کراچ اور ابھی ان کا حمل کون درست مانے گا، سجنوگیتا کی خاطر ٹرانی لڑنا بھی متعلقہ فرقوں کو ان دونوں حیات و موت کا ہی سوال رکھا گا لیکن اگر ہمارا نظر آج بھی محض سجنوگی میں برستی ہے تو پھر ہم میں اور ہمارے اگلوں میں فرق کیا رہا اتنا ہم کی بھوؤں نے ہمیں کیا سکھایا؟

بے دیپ سنگھ بار

قائد اعظم محمد علی جناح شاید مبتدا فی بر صغیر کے بیسویں صدی کے سب سے کامیاب ایڈر تھے۔ کسی بڑی سیاسی جماعت تنظیم، سیاسی پروگرام یا مسلم طاقت کے بغیر انہوں نے ہزاروں سال کی تہذیب اور جدید دور میں ملحدہ ن کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے نئے مذہبی ملک پاکستان کو قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

پاکستان کے قیام کے لیے ان کے پاس اپنے تعلم اور زبان کے علاوہ اور کوئی طاقت نہیں تھی۔ اس تعلم اور زبان سے انہوں نے سلم ملک کے نظریے کو بُرھاتے ہوئے ایک ایسا مذہبی ملک قائم کیا جس کے بارے میں انہوں نے اعلان کیا

حکاک وہ ہندستانی مسلمانوں کے لیے دھرتی پر جنت کے ماند ہو گا۔ ہندووہاں پر مسلمانوں پر حادی نہیں ہوں گے اور مسلمانوں کو اپنے نہرے مستقبل کی تعمیر کی آزادی ہو گی۔ یہ بات اور ہے کہ آج تک اس دھرتی پر جنت، یعنی پاکستان میں تماشا ہوں اور فوجی جزوں کو پہاڑتے سہر مستقبل بنانے کی آزادی رہی ہے کسی عام آدمی کو نہیں۔ بہر حال تو تعمیر اس جنت میں قائد اعظم محمد علی جناح اور بیانت علی خاں جیسے لوگ ہوائی جہازوں پر چڑھ کر ۲۳ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا پرچم بلند کرنے چلے یہاں اسی جنت میں بنتے کے لیے نہرے مستقبل کا خواب لے کر چلے لاکھوں مسلمانوں کی کئی ہوئی لاشیں بھی برینوں میں لد کر پہنچیں۔ حالانکہ ان بے گناہوں اور غربتیوں کے بنتے کے لیے پاکستان میں لاکھوں ہندووں اور سکھوں نے جگہ چھوڑ دی تھی اور ان میں سے بھی لاکھوں بے گناہوں کی لاشیں ہندستان میں آنے والی برینوں میں لد کر پہنچیں۔

نے اسلامی ملک پاکستان کی زمین پر انفرادی آزادی اور جمہوریت کے پودے کو اسلام کے نام پر تماشا ہی اور فوجی بوٹوں سے بار بار کچلا گیا۔ ۱۹۴۷ء کے عام انتساب میں جب شیخ محبیب اور ان کی عوامی بیگ کو الکشن جنتے کے بعد پاکستان میں ایک جمہوری حکومت قائم کر کے وزیر اعظم بننے کا موقع آیا تو مغربی پاکستان کی مسلم فوجوں نے بنگال کے مسلمان پر جو ظلم دھائے، وہ انسانیت کے نام پر بھی کے لیے بنداناخ رہیں گے۔ لاکھوں بنگالی مسلمانوں کا فائل عام کرنے کے لیے پنجابی جزیرے کا اور سندھی بیدرذوالفقار علی صحبوایک تھے۔ لیکن بنگلادش آزاد ہونے کے بعد جب جسٹو صاحب پاکستان میں اگدی نشیں ہوئے تو ان کے فوجی بھائی جزیرے خیار الحق نے انہیں پھانسی دینے میں کوئی دیر نہیں کی جو مسلمان ہندستان کے درکار صوبوں سے اپنے گھر پار چھوڑ کر ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنتے کے لیے گئے تھے، ان کی اس قربانی کے لیے پاکستان کے پرانے باشندوں نے انہیں مہاجر کا نام دیا ان مہاجردوں کی یونیورسٹی نسل پاکستان میں پیدا ہوئی وہ بھی مہاجر ہی کہلاتی اور موقع یہی ہے کہ ان کی آنے والی نیلس سمجھی مہاجری کہلاتی ہیں گی۔ پاکستان کا بہمنیابی، سندھی یا پھانسی آج بھی ہر مہاجر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ پاکستان میں پنجابی مسلمانوں نے سندھی مسلمانوں کو، سندھی مسلمانوں نے مہاجردوں کو، مہاجردوں نے پھانسوں کو اور بھی نے ایک دوسرے کو جس تعداد میں قتل کیا ہے، شاید اس کا دسوال یا میسوں حصہ شہری بھی اس سے پانچ چھوٹا ہے۔ ہندستان میں ہندو مسلم فسادات میں نہیں مرے۔ جمہوریت کو کچلتے اور ہندستان کے مسلمان پر ظلم کرنے کا یہ سدا آج بھی پاکستان میں تھا نہیں لہتے۔

نقیم کے وقت کروڑوں مسلمان ہندستان میں رہ گئے۔ مہاجرا کانڈھی کا کہنا تھا کہ ہندستان سیکولر ملک ہو گا اسلئے مسلمان ہندستان میں بھی روپیں کروڑوں مسلمانوں کا کہنا تھا کہ وہاپنے وطن کی تھی کو اپنی تہذیبی و رافت کو، اپنے آبا اجداد پرکھوں کی قبروں کو چھوڑ کر پاکستان کی شکل میں دھرتی پر جنت کی شہرت حاصل کرنا نہیں چاہتے کروڑوں

غزیب اور محنت کش مسلمانوں کی یہ بہت بھی نہیں تھی کہ وہ ایک نئے اجتماع میں جا کر نئی زندگی شروع کریں۔ ان بھی نے مدد بھی جنون کے سارے خطروں کو دیکھتے ہوئے بھی ہندستان میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ پر بہت سے ہندووں نے ان مسلمانوں کا ہندستان میں رہنا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جب مذہب اور آبادی کی بنیاد پر ملک کا بیوارہ ہو کر پاکستان میں چکا ہے تو ان مسلمانوں کو ہندستان میں رہنے کا حق نہیں ہے۔ اس بنیاد پر ان عناصر نے ہندستانی مسلمانوں کو ہمیشہ شک اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ اس صورت حال سے بچنے کے لیے مسلمانوں نے سی بھی دوسرے اقلیتی طبقے کی طرح اس وقت کی بسراقتدار پارٹی کا نگرس کا پلہ پکڑ لیا اور یہ آسانی کا نگرس کا وٹ بنک بن گئے۔ کا نگرس مختلف ووڑاں رشتے کا سیاسی اور دینا بھر میں اتلمیتوں کی ذہنی صورت حال کا تحریک کرنے سے چوک گئے۔ اور ہبھوں نے اسے کا نگرس کی سلم ناز برداری کی پالیسی قرار دے دی۔ یہ کا نگرس نے بھی جب اتنے بڑے ووٹ بنک کو اپنے ساتھ خود بھی جڑتے دیکھا تو سوائے کچھ سیاسی عہدوں اور سرپرستی کے مسلمانوں کی معاشی، علمی یا ماحی ترقی کے لیے کچھ بھی کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ نیجہ یہ نکلا کہ ہندستانی مسلمان معاشی سماجی اور علمی اعتبار سے بچھڑا چلا گیا۔ اس کے تھوک کے لیڈروں نے اس کے بچھڑے پن کا فائدہ اٹھا کر اکثر ہندووں کے ذریعہ نگلے جانے کا خوف دھا کر اپنے چنگل میں رکھنے کی کارروائی اور تیز کر دی کیونکہ اسی میں ان کی تیادت اور محفوظ ہو گئی۔ دوسری طرف اسے شک کی نظر و نے دیکھنے والوں کا اس پر شک اور بھی گہرا ہوتا گیا کیونکہ بچھڑے پن کی وجہ سے مسلمان سماج سے کٹا ہوا رہا۔ اس نکلنے مسلمانوں کو اور بھی گھٹن سے بھردیا۔ خاص طور پر جب آج کا نوجوان مسلمان اپنی اس حالت پر غور کرتا ہے تو وہ جہاں ایک طرف سماج میں اپنے آپ کو بچھڑا پا کر ہندستانی نظام کے ذریعہ نظر انداز ہوتا ہے اس کو سس کرتا ہے، تو دوسری طرف اپنے اپر ہونے والے ناقص شکل کے شیخے میں غصہ سے بھر جاتا ہے۔ قائد اعظم جناح کا نہ بھی ملک کا نعروہ دے کر پاکستان کا حکمران بننے کی مستی اور آسان سیاست نے ہندوستانی برصغیر کے مسلمانوں کو خواہ وہ پاکستان میں ہوں، بنگلادیش میں ہوں یا ہندستان میں، ایسے حالات میں ڈال دیا کر دہ پاکستان، بنگلادیش میں اپنے ہی ہم مذہب لوگوں کے مظالم کے شکار ہیں تو ہندستان میں شک اور بچھڑے پن کے دائرے میں جیسے پر مجبور ہیں۔ ۱۹۳۰ء کے پہلے کے ہندستان کا معاشی نظام انتظامی، سیاسی اور سماجی دھاپنے کا ایک خوش نعیب و برابر کا حصہ دار مسلم سماج، پاکستان اور ہندستان میں جس تباہی کی منزل تک پہنچ چکا ہے، اس تباہی کو بچنے کے لیے جہاں ڈر دل کی ضرورت ہے وہیں بدگامیوں سے خالی دماغ کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن اس صورت حال کا کون ذمہ دار ہے؟ یقینی طور ہے قائد اعظم جناح جیسے لوگ جنہوں نے اپنی حکومت کے لیے اسلامی ملک کے قیام کا نعروہ دیا اور وہ تمام لوگ بھی جنہوں نے ہندستان کی حکومت

حاصل کرنے کے لیے اس نورے کا مقابلہ نہ کر کے حالات سے سمجھوئہ کر دیا۔ کچھ بھی ہوا ایکن ہندستانی بر صیغہ کے مسلمان کی تباہی کا انتظام پورا ہو چکا تھا۔ برسوں تک رکھا کہ ہندستان میں ارہ رہے باقی مذہبیوں کے لوگ مسلمانوں کی اس بدحالی کو دیکھ کر مذہب کے قیام کے اصول سے پرہیز کریں گے۔ لیکن افسوس کہ ۱۹۰۸ء کے آتے آتے ایک طرف ڈڑ سے مذہب کے سیاسی لیڈروں نے اپنی سیاسی رُول کے لیے مذہب کو دھال اور تلوار دنوں بنایا۔ ۱۹۴۷ء میں پنجاب میں انکشاف ہار جانے کے بعد ایک سیاسی پارٹی نے مذہب اور سیاست کے ملنے جلنے بار و دلیں دھیرے دھیرے مذہب کو بڑھانا شروع کر دیا۔ پہلے پنجاب کے ساتھ انصاف کی مانگ اپھر سکھوں کی عزت کی حفاظت اور آخر میں سکھوں کے لیے ایک آزادی یادت جہاں فائیتمان کا بول بالا ہو گا اسے قیام کا نعرہ دے کر ایک سنگین دھماکے کی سکار پر لا کھڑا کیا۔ سکھ ہندستان کی اصل دھارا میں ہی نہیں تھے، بلکہ ان کے گروؤں کی ۲۰۰۰ سال پرانی تعلیم کے بنیادی اصولوں یعنی رات پات کے نظام کا خاتمه انسان انسان کی برابری ہر شخص کو مذہبی آزادی کا حق مذہبی ملکت کی مختلف ریاستوں کے استحصال کے خلاف جنگ یعنی سماجی انصاف کی بنیادوں کا اپنے میں اختیار کر کے ہی ہندستان کا جدید دستور بناتھا۔ ۱۹۴۷ء تک سکھ سارے ملک میں جس کسی عجکہ بھی کام کرتے تھے وہاں میں سب سے اونچے عہدے تک پہنچ پکے تھے۔ عام طور پر پورے ملک میں سکھوں کو سرداری کے نقب سے جانا جاتا تھا۔ ہر ایک ذات اور طبقے کے لوگ کسی بھی ذات کے سکھ کو قومیت کی علامت مانتے تھے۔ مذہبی ملک کے میافظ کی علامت میں یہاں تک کہ ریل مسافر اگر کسی پسنجنگاری کے ڈبے میں چار سکھوں کو بیٹھ دیکھتے تو وہ اس ڈبے میں اسلئے بیٹھ جاتے تھے کہ راستے میں لیرے میگئے تو سرداری بھی سافر کی حفاظت کر سے گے۔ لیکن سیاست اور مذہب کی دھماکہ خیز طاولت سے جو دھماکہ ہوا، اسکے نتیجے میں پاک صاف گروہ وارہ میں جس میں خالم برتاؤی زمانے میں بھی پوس نہیں گئی تھی، نو یہ کو دافل ہونا پڑا اور امن کے مرکز کو خون سے غسل کرنا پڑا۔ اس کا اکلان نتیجہ ایک وزیراعظم کا قتل، ہزاروں بے گناہ سکھوں کا قتل عام اور پنجاب کو تباہی کے کنارے تک پہنچانے کی شکل میں سامنے آیا۔ پنجاب کے باہر بننے والے سکھوں کے سماجی، معاشری اور سیاسی وقار کو گہرا دھکا لگا۔ پنجاب میں سکھوں نے سکھوں کا جتنا خون بھیایا ہے، وہ پاکستان میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے ہدایت گئے خون کے مقابلے میں کچھ کم نہیں ہے سکھ مذہبی ملکت کی تحریکی ہونے سے پہلے پنجاب کے کھیت کھلیاں ہوں میں لوک ترانوں کی جگہ اسٹین گنوں کی بے رحم آوازوں نے لے لی ہے۔ ہر یاں سے دھمکی زمین خون سے شرابوڑ ہو رہی ہے اور جمہوریت وباں سے ایک طویل عرصے کے لیے کوچ کرنی نظر آ رہی ہے۔ تو یقینی نہیں ہے کہ ہندستان کے ہندو اور مسلمان آج سکھوں پر کتنا یقین کرتے ہیں لیکن یہ ہے کہ اگر سکھوں

کے گاؤں میں بھی آج کوئی نیا جنگی سکھ آجائے تو سبھی سکھاتے مشکوک ہو کر دیکھتے ہیں۔ عام زبان سے سردار جی کا خطاب ختم ہو رہا ہے۔ آج اگر مسافروں سے بھرے ہوں کے ڈبے میں دوچار جنگی سکھ اگر بیٹھ جائیں اور باقی مسافروں میں سے دوپار مسافر اگر خوف زدہ ہو کر ڈب بدل لیں تو یہ کوئی تعجب کا واقعہ نہیں مانا جاتا۔ اس ملک کے سب سے باوقار طبقہ سکھوں کو آپ اپنے ذہنی ملکت کے قیام سے پہلے ہی ان سب تکلیفوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے، جو مسلمانوں نے پاکستان بننے کے بعد پاکستان جا کر حبیطے اور ان سب مشکوک کے سایے میں بینا پرہبے جن کے سایے میں ہندستانی مسلمانوں نے ۱۹۴۷ء کے بعد ہندستان میں جینا سیکھا۔

ہندستان کی سر زمین تمام امکانات تھے بھر بور رہی ہے۔ اس نے مختلف موقعوں پر ہندو بودھ، سکھوں مسلمانوں سمجھ کو اپنی اپنی سوجھ بوجھ اور اپنے اپنے ہر سے اپنی اپنی تھویر بنانے اور بگاڑنے کا موقع دیا۔ جن مسلمانوں نے اپنی بھت، ہمنز محنت اور چالاکی سے ہندستان میں ایسی مسلم ریاستیں قائم کیں، جو سیکھوں سال چلیں، انہیں مسلمانوں نے بیسویں صدی میں اسلامی مذہبی حکومت کا نعرہ دینے والے خود غرض سیاسی بیٹھوں کے پیچے لگ کر اپنی تباہی کا ارتقاء اختیار کیا۔ جن سکھوں نے اپنی بہادری، محنت، ہمنز اور قربانی سے مسلسل ۳۰ یوں تک سارے ہندستان کا دل جیتا، وہ مذہبی ملکت کی تلاش میں عزت و احترام کی بنیادوں سے اتر کر انہی صیری وادیوں میں مذہبی جنون کے اسلحوں سے لیس ہو کر ایک دوسرے کے خون کے پیاس سے ہیں۔ اب سمجھ کی نظر ہندستان کے تیسرے خاص اور سب سے بڑے مذہب یعنی ہندوؤں پر ملکی ہوئی ہے۔ کیا وہ بھی ہندستان کے بے شمار امکانات کا فائدہ اسی طرح اٹھائیں گے اور بھارتیہ جنتا پارٹی، وشوہند و پریشد اور راشٹریہ سنویر سیوک سنگھ کی قیادت قبول کر کے ہندستانی راشٹر کی بُلگہ ہندو راشٹر کے قیام کی راہ پر چلیں گے؟ اگر بھارتیہ جنتا پارٹی کو سکوچے ہندستان کی نمائندگی کرنا چاہئے ہندستان کی عوام کا دل جیتنا ہے، ہندستان کی تغیر نہ کرنا ہے، تو وہ اپنے نام کا ہندستانی حصہ بھلا نہیں سکتی اور اگر وہ اپنی اس ذمہ داری کو سمجھتی ہے، تو اس ہند تو پر کسی کو اعز ارض نہیں ہونا چاہتے۔ اگر بھی جسے پی اپنے آپ کو سیاسی معاملات سے جوڑتی ہے تو شاید ملک میں آزاد اور صحت مند جمہوری نظام کی ترقی تو ملتی اور وہ ایک مناسب توہی متبادل بن کر ابھرتی۔ لیکن انہوں نے اپنے آپ کو وشوہند و پریشد سے جوڑا ہے اور کہا ہے کہ وہ وشوہند و پریشد کے نیصے کو سلیم کریں گے۔ وہی ایسچے پی کا اعلان شدہ مقصد ہندو راشٹر کی قیام ہے یعنی مذہب کے نام پر ہی ملک بن سکتا ہے۔ اس اعلان نے پاکستان اور فنگستان کے قیام کے صول کی، اپنے آپ کو ہندوؤں کا واحد نمائندہ ہئے والی، دی اپنے پی نے تصدیق کر دی ہے۔ ملک کے دستور اور قانون کو تور کر زبردستی مندرجہ تغیر کا اعلان کر کے بی جے پی نے اپنے آپ کو

مدعے سے جوڑا ہے، جس سے قائد اعظم نے ڈارکٹ ایکشن کا نامہ دیکھ رکھا ہے آپ کو جوڑا تھا۔ ہندوؤں کو ان کے وقار اور احترام کو ملنا کے نظرے کے ساتھ اسی طرح مذہبی نشانات کا استعمال کیا ہے جس طرح قائد اعظم نے مسلمانوں کو ان کا کھویا ہوا وقار اور احترام لوٹانے کے نظرے کے ساتھ اسلام کا استعمال کیا تھا اور جیسے پنجاب میں مذہب کی سیاست کرنے والوں نے سکھوں کو ایسے ملک کے قیام جس میں انہیں آزادی کی خوشی سے شرابور ہونے اور اپنے کھوئے ہوئے وقار کو پھر سے حاصل کرنے کا موقع مل گا، سماں نقشہ بنائے کر دیا تھا۔ ہندستانی براعظم کے مسلمان اور سکھ جدید دور میں مذہبی حکومت کے قیام کے راستے پل کر رکھنے آپ کو تباہ کر جکے ہیں۔

لبی جی پی نئی سوال پیش کیا ہے کہ ایسی صورتِ حال میں ہندستان کے ہندوؤں کو دھرم راشٹر کے قیام کی راہ پر حلپ کر رکھنے آپ کو تباہ کرنے کا حق کیوں نہیں ہے؟ جب ہندو راشٹر قائم ہو گا تو اس دشمن میں حکومت کرنے کی خواہش صرف بی بھے پی کے یہ رہوں کو نہیں ہوگی۔ اگر ہندستان اکثریتی ہندو فرقہ دھرم راشٹر کے قیام کا عزم کرے گا تو یقینی ہے کہ سیاست کرنے کے لیے پاکستان اور پنجاب کی طرح ہی ایک اس نئے یہ رہوں کو جس کی نظر کر سی پر ہوگی، لبی جی پی سے زیادہ تیر، زبردستی زبان اور طریقہ کا استعمال کرنا ہو گا۔ ان یہ رہوں کو ہندستانی تاریخ سے اور جی گرم بھر کیے مذہبی نشانات کو ملاش کرنے میں دیر نہیں لگا گی۔ لیکن یہاں یہ نہیں بھوننا چاہئے کہ دھرم راجیہ اور جمہوریت کا ملک کر رہا پانا لامکن ہے اور پوری دنیا کی تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے۔ اسلئے یہ طے ہے کہ تمام مذہبی اور انسانی قدر دل کو پاماں کر کے زبردستی بناتے گئے مندر کے مدعے پر بنادھرم راشٹر پہلے جمہوریت کو نسلکے گا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسا دھرم راشٹر سب سے پہلے مسلمانوں، سکھوں، بودھوں، جینوں یا عیسائیوں سے ہیں مکراتے۔ ان مذہبی کمٹھوں کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ وہ ایسا دھرم راشٹر کے امکانی حکمرانوں کا تختہ پلت سکیں۔ ایسی صورت میں ہندو حکمرانوں کی مختلف حکومت چلانے والے ہندو ہندتو کے نام پر ہی کرسی کے کیا شیو سینا کے چیف کو ال تلعرہ بھگلو اجھنڈا اہرنا کی خواہش نہیں ہوگی؟ کیا ملکوں کے لیے مہاراشٹر میں ایک ہندو راشٹر ایک ایک تل ہندو راشٹر کی خواہش نہیں ہوگی؟ کیا ایک ایک تل ہندو راشٹر کے ذریعہ قائم شدہ ہندو راشٹر کے بازار ایک تل ہندو راشٹر میں جو لا راجیہ کی جگہ کاتی تاریخ دہلی میں شماں ہند کے ذریعہ قائم شدہ ہندو راشٹر کے بازار ایک تل ہندو راشٹر قائم کرنے کے حوصلے کو زیادہ تقویت نہیں پہنچاتے گا؟ کیا شیو، ویشاو، کرشن بھگت اپنے اپنے دیوتاؤں کو نجھی جگہ بیٹھانے تیار ہو جائیں گے؟ کیا ہندو راشٹر میں حکومت کی تبدیلی اسی بنیاد پر ہوگی کہسی پارٹی کی رکھی یا ترکے ساتھ سکتے تر رسول والے اور ملوارے کرچلنے والے نوجوان ہیں؟ یا ابے کے، اور کلاشنکوف رائفلیں لے کر چلنے والوں کی

گھنٹی کیا پتے؟ کیا ہندو راشٹر میں اتسدا رہنمائی کے لیے لیڈروں کو اپنی رسمیت اور امیں نوجوانوں کو روکنے کا نامک
 کرتے ہوئے بھی دوسرے مذہب، فرقے یادات کی اولادوں کا خاتمہ کرنے کے نظرے سکانے کی تعلیم دینا ہندو رسی
 نہیں ہوگا؟ ایسی صورت حال ہندستان میں مختلف فرقوں، مذہبوں، ذائقوں اور طبقوں کی بحیثی کے ایک تاریخ
 میں پروٹے والے ہندو مذہب کیا ہندستانی کو ہندستانی سے الگ کرنے والا سلسلہ نہیں سن کر رہ جائے گا؟ جیسے
 پاکستان اور پنجاب میں اسلام اور سکھ مذہب کے ساتھ ہوا، کیا یا ساست کی فٹ بال بننے کے بعد ہندو مذہب کے
 متعدد ہونے کے بجائے ٹوٹنے کا خطہ نہیں ٹھہر جائے گا؟ اور آنڑیں کیا کچھ مخصوص، مایوس اور دوراندیشی
 سے محروم لیڈروں کو دہلی کی گدی پر قابض کراتے کے لیے اس دشیں کے کروڑوں ہندووں کو اسی اندر گلی میں
 اترنا ہوگا، جس میں اتر کر ۱۹۴۷ء میں ہندستانی برصغیر کا مسلمان تباہ ہوا اور ۸۰، کی دہائی میں سکھ و قارکی بلندیوں
 سے گرے ہیں، بلکہ اپنی تقدیر برکار نے کا بدله چنان ہے۔

Taming the Brute in Man

*Speeches delivered in the
Khuda Bakhsh Library*

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna